1

گذرگاہیں

چند سفرناموں کا مجموعہ

تالیف

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی

خلیفہ مجاز: حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی.........................(۵۶)

نام کتاب: گذرگاہیں (سفرنامے)

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی

صفحات: ۱۲۶/

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت: ۵۰/روپئے

سنہ اشاعت............................... ۲۰۱۹ء مطابق ۱۴۴۰ھ

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ناشر

دارالبحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058, 09719639955

Email. masoodazizi94@gmail.com - www.mifiin.org

ملنے کے پتے

☆ دارالکتاب، دیوبند، سہارنپور (یوپی) ☆ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند سہارنپور

☆ مکتبہ ابوالحسن، محلّہ مفتی سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیرآباد) لکھنؤ

2

فہرست مضامین

فروری ۲۰۰۷ء

بھٹکل، ممبئی، اکل کوا اورسورت کا سفر نامہ

شہر بھٹکل کا سفر ....

جامع مسجد بھٹکل میں ....

عصرانہ میں جامعہ اسلامیہ کا تعارف ....

سیمینار اور اس کے موضوع ....

پروگرام کے شرکاء ....

اسلامیات کے کورس کے امتحانات پر انعامات ....

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے طلبہ وطالبات کو انعامات ....

بھٹکل کی تاریخی وجغرافیائی حیثیت ....

معہد امام حسن البناء شہید میں ....

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل ....

جامعہ اسلامیہ بھٹکل ....

انجینئرنگ وآرٹ کالج انجمن آباد میں ....

ساحل سمندر تنگنگنڈی کی جامع مسجد میں ....

طلبہ جامعہ کی طرف سے مہمانوں کا استقبال ....

اسلامک ویلفیئر سوسائٹی بھٹکل میں ....

محکمہ شرعیہ جماعت المسلمین بھٹکل ....

مہتمم جامعہ اسلامیہ سے ملاقات ....

مولانا عبدالرب صاحب خطیبی ندوی سے ملاقات ....

مدینۃ الندوۃ بھٹکل کے متعلق عمومی تأثرات ....

ممبئی میں ....

جامعہ اشاعت العلوم اکل میں ....

انکلیشور میں ....

جامعہ حمیدیہ پانولی میں ....

دارالعلوم کنتھاریہ میں ....

جامعۃ القراءات کفلیۃ میں ....

سورت میں فضل بھائی کے دولت خانہ پر ....

سفر کے درمیان مطالعہ ....

دسمبر ۲۰۰۹ء

ٹونک اورجے پور کا ایک یادگار سفر

محمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی میں ....

ٹونک شہر ....

مرکز الامین الاسلامی للبنات میں پروگرام ....

راقم کو دعوت تقریر دی گئی ....

راقم کی تقریر اور اس کا خلاصہ ....

عبداللہ النوری ووکیشنل سینٹر ....

آئی ٹی آئی میں ....

جامع مسجد ٹونک میں ....

محمدیہ گرلس اسکول میں ....

مدرسۃ الامام ابی الحسن الندوی ....

محمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے دوسرے رفاہی کام ....

جامعہ ہدایت جے پور ....

جامعہ ہدایت جے پور کی زمین کا کل رقبہ ۳۰۰/ ایکڑ ہے ....

جامع مسجد جے پور میں ....

جے پور کے عجائبات ....

ستمبر ۲۰۱۰ء

رائے بریلی، الہ آباد اور لکھنؤ کا یادگار سفر

تکیہ کلاں میں ....

مولانا عبداللہ حسنی ندوی سے اپنی کتابوں پر تقریظ لکھوانا ....

افکار دل پر مولانا عبداللہ حسنی کی تقریظ ....

تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا افتتاح ....

حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کی خدمت میں ....

حضرت مولانا کی خانقاہ میں ....

افکار دل پر حضرت مولانا قمرالزماں صاحب کی تقریظ ....

لکھنؤ میں حاضری ....

لکھنؤ اتر پردیش کی راجدھانی ہے ....

مارچ ۲۰۱۱ء

دھلی اور میوات کا ایک یادگار سفر

حافظ ایوب صاحب کاڑوا کی طرف سے دعوت ....

حافظ صاحب سے ملاقات اوران کی طویل مجلس ....

حافظ صاحب کی بعض خصوصیات ....

مدرسہ تجوید القرآن دہلی ....

مدرسہ قاسم العلوم سرائے روہیلہ میں ....

المرکز الاسلامی للدعوۃ والتعلیم ڈھاک پوری میں ....

موسی کا محل ....

موسی کے بارے میں کچھ تحقیق ....

بانی قلعہ راجہ بلونت سنگھ ....

قلعہ کا محل وقوع ....

گنبد نما عمارتیں ....

خانقاہ میاں مرادشاہ میں ....

بانی حسن پور ....

میاں مرادشاہ ....

مرادشاہ کی کرامت ....

خانقاہ اور مسجد کی تعمیر ....

مدرسہ دارالعلوم مرادیہ ....

خانقاہ بابا مستان شاہ ناہر کھول میں ....

بابا مستان شاہ ....
حضرت گلزار شاہ ....
مسجد کی نئی تعمیر ....
مدرسہ دارالعلوم مہتابیہ نگینہ میں ....

۱۹/ مارچ ۲۰۱۱ء

عمرہ کی ادائیگی کیلئے حجاز کا ایک مقدس سفر

عمرہ کے لغوی معنی ....
پرسکون ماحول میں عمرہ کی ادائیگی ....
نماز کا ثواب ....
طواف بیت اللہ ....
آب زمزم اور اس کا استعمال ....
آب زمزم کے پینے سے ایک تکلیف سے نجات ....
آقائے مدنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ ....
مقام ابراہیم ....
مکہ مکرمہ کے دیگر مقامات کی زیارت ....
مدینہ منورہ روانگی ....
مواجہ شریف پر حاضری اور حضورؐ کی خدمت بابرکت میں سلام پیش کرنا ....
ریاض الجنۃ میں نماز کی پڑھنے کی توفیق ....
ریاض الجنۃ میں اپنی ایک کتاب پر پیش لفظ لکھا ....
جنت البقیع میں حاضری ....

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت واہمیت ....
مدینہ منورہ میں کیسے رہیں ....
مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی صاحب کے یہاں کھانے کی دعوت ....
حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی جانب سے عمرہ کا احترام ....
وطن واپسی ....

جولائی ۲۰۱۱ء

مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل کا ایک یادگار سفر

تمہید ....
پاؤنٹہ صاحب میں ہمارا استقبال ....
مدرسہ قادریہ میں ....
مولانا کبیرالدین فاران کی خصوصیات ....
مدرسہ قادریہ کا تعارف ....
مدرسہ قادریہ میں راقم کا بیان ....
ہماچل، پنجاب اور ہریانہ کا مثالی اور ممتاز ادارہ ....

ستمبر ۲۰۱۱ء

مدرسہ دینیہ غازی پور کا ایک سفر

تمہید ....
غازی پور کے لئے رخت سفر ....
سیمینار کی پہلی نشست میں حاضری ....
سیمینار کی دوسری نشست ....

سیمینار کی تیسری نشست ....
مدرسہ دینیہ غازی پور ایک قدیم دینی ادارہ ....
مدرسہ دینیہ کا تعارف ....
غازی پور ایک مردم خیز علاقہ ہے ....
وطن واپسی ....

جنوری ۲۰۱۴ء

ممبئی اور سورت کا ایک یادگار سفر

تمہید ....
ممبئی میں ....
ایم آئی جی کالونی کرلا میں ....
مولانا رضوان اللہ صدیقی سے ملاقات ....
ایک رات وسئی روڈ میں ....
رفیق بھائی سٹی گولڈ سے ملاقات ....
الحاج احمد مکلائی سے ملاقات ....
سوناپور بھانڈوپ میں ....
خلیلیہ مسجد کرلا میں ....
میرا روڈ میں الحاج امجد بھائی سے ملاقات ....
جامع مسجد ممبئی میں ....
مولانا رشید احمد صاحب ندوی سے ملاقات ....
رحمانیہ مسجد کرلا میں ....

حج ہاؤس ممبئی میں ....
ناگ دیوی اسٹریٹ میں ایک تاجر سے ملاقات ....
ایک دعوتی مزاج کے حامل تاجر سے ملاقات ....
ایک بڑے مخیّر تاجر سے ملاقات ....
ایک دن جوگیشوری میں ....
ایک رات بورے والی میں ....
مدرسہ کے بچوں کو ناشتہ نہیں دیا جاتا ایک تاجر کا اظہار تشویش ....
ایک رات سورت میں ....
مولانا عبدالقیوم سے ملاقات ....
تمام معاونین اور مخلصین کا شکریہ ....

اپریل ۲۰۱۴ء

معہد الاسلامی مانک مئو میں حاضری

تمہید ....
مولانا ناظم ندوی کی دعوت پر راقم کی حاضری ....
معہد الاسلامی کا تعارف ....
مرکز کی جانب سے معہد الاسلامی کے طلبہ کو علمی ہدیہ ....
حضرت شیخ یونس کی مجلس میں شرکت ....

مئی ۲۰۱۵ء

دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑا راجستھان کا ایک سفر

تمہید ....

میل کھیڑا کے لئے روانگی ....
دارالعلوم بشیریہ سیکری میں ....
دارالعلوم میل کھیڑا راجستھان کا ایک ممتاز ادارہ ....
دارالعلوم کے ذمہ داران ....
دارالعلوم مہتابیہ نگینہ میں ....

جون ۲۰۱۵ء

مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش میں

مولانا فاران مظاہری ایک دردمند انسان ....
مدرسہ قادریہ کا نظم ونسق ....
مدرسہ قادریہ میں راقم کی حاضری ....
راقم نے مدارس اور اہل مدارس کے تعلق سے مختصر بیان کیا ....
دیگر حضرات کا بیان ....

مارچ ۲۰۱۷ء

جنوبی افریقہ، ماریشس اور ری یونین کا سفر

تمہید ....
جنوبی افریقہ مولانا حسن مرچی کی دعوت پر حاضری ....
مدرسۃ النور میں پریس کا افتتاح ....
مدرسۃ النور کا سالانہ جلسہ ....
جنوبی افریقہ کی کل آبادی ....
ماریشس ہوائی اڈے پر ....

پیری بیری کے ایک ہوٹل میں قیام ....
شیخ عبدالعزیز سے ملاقات ....
مولانا ابوبکر مانجوں سے ملاقات ....
روز ہل میں عشائیہ ....
پورٹ لوئس کے بعض تفریحی مقامات پر ....
خانقاہ شیخ زکریا میں راقم کا بیان ....
مولانا عرفان مدنی ایک زبردست عالم دین ہیں ....
ماریشس ایک خوبصورت ملک ہے ....
ری یونین میں حاضری ....
سینٹ ڈینس میں ....
سینٹ پیر میں ....
سینٹ پال میں ....
شیخ سلیمان مغلیہ کے شہر میں ....
ری یونین پر فرانس کی حکومت ہے ....
ری یونین میں عوام کو سہولت ہے ....
کچھ دیر ماریشس کے شہر فنکس میں ....

بھٹکل، ممبئی، اکل کوا اور سورت کا سفر نامہ

شہر بھٹکل کا سفر

مولانا محمد الیاس صاحب ندوی نے مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل (کرناٹک) کے زیر اہتمام آل انڈیا مسلم مینیجمینٹ اسکولس وکالجس کے ذمہ داروں کا دوروزہ کل ہند سمینار ۲۴/۲۵رفروری ۲۰۰۷ء کو بھٹکل میں منعقد کیا، جس میں شرکت کے لیے راقم سطور کو بھی دعوت دی، چنانچہ اس پروگرام میں شرکت کے لیے راقم سطور نے اپنے ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے ایک مدرس کو رفیق سفر کے طور پر ساتھ لیا اور ہم ۲۱رفروری ۲۰۰۷ء بروز بدھ کی صبح ۹:۲۰ر پر دہلی سے منگلہ ایکسپریس سے سوار ہوکر جمعرات کو رات کے ۱۰:۴۰ر پر بھٹکل پہنچے، جامعہ اسلامیہ میں قیام کا نظم تھا، ہمیں دارالاساتذہ میں ٹھہرایا گیا، حافظ کبیر الدین ہردوئی والوں نے ہر طرح سہولت بہم پہنچائی، ۲۳رفروری جمعہ کی صبح کو مولانا الیاس صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی، ناشتہ کے بعد حافظ کبیر الدین نے جامعہ کا معائنہ کرایا اور تفصیل سے معلومات فراہم کی۔

جامع مسجد بھٹکل میں

جمعہ کی نماز شہر کی جامع مسجد میں پڑھنے کا نظم کیا گیا تھا، یہ جامع مسجد ۸۵۱ھ میں تعمیر کی گئی تھی، چنانچہ وہاں ہم نے مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی، خطبہ میں مولانا موصوف نے واقعہ ہجرت کو بیان کیا اور جمعہ کی نماز کے بعد اس کا اردو میں ترجمہ پیش کیا، ہجرت کے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کے غار کے اندر ہونے اور مشرکین کے آنے سے پہلے مکڑی کے جالا بننے اور کبوتر کے انڈے دینے اور پھر اس کے بعد سراقہ ابن مالک بن جعشم کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے کے واقعہ سے یہ نکتہ بیان کیا کہ اللہ تعالی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کی ایسے ہی حفاظت کرتا ہے اور وہ لوگ کسی بھی موقع پر ضائع نہیں ہوتے، نماز جمعہ کے بعد مولانا سے مصافحہ وملاقات اور تعارف ہوا، وہیں مولانا عبدالرب صاحب خطیبی ندوی اور مولانا اسامہ ندوی سے بھی ملاقات ہوئی، یہ تینوں حضرات ''نقوش اسلام'' کے واسطے سے اس نامہ سیاہ سے غائبانہ واقف تھے، اس لیے ملاقات میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوا، پھر جامعہ پہنچ کر کھانا کھایا، اس کے بعد مولانا انصار خطیب ندوی سے ملاقات ہوئی اور چند لمحے ان کے ساتھ باتوں میں گذرے۔

عصرانہ میں جامعہ اسلامیہ کا تعارف

عصر کے بعد عصرانہ ہوا، جس میں سبھی آنے والے مہمان شریک ہوئے، مغرب کی نماز کے بعد ایک چائے کی مجلس ہوئی، جس میں مولانا عبدالباری ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ نے جامعہ اسلامیہ بھٹکل کا مختصر تعارف کرایا، جس میں خاص طور پر انہوں نے یہ بتلایا کہ ابتداءً یہ جامعہ ایک طالب علم اور ایک استاذ سے ۱۹۶۲ء میں شروع ہوا، اور پھر ۱۹۷۴ء میں مستقل اس کا سنگ بنیاد جامعہ آباد میں کرکے اس کی عمارت تعمیر ہوئی، جس پر اس جگہ یہ جامعہ موجود ہے، اور یہ ۲۲ر ایکڑ زمین ہے، اس ادارے کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا نے بتلایا کہ یہاں پر ۹۵ر فیصد طلبہ بھٹکل کے اور باقی پانچ فیصد اطراف بھٹکل کے ہیں اور تمام طلبہ کھاتے پیتے گھرانوں کے ہیں، اس لیے تمام ہی طلبہ خوراکی فیس جمع کرتے ہیں، نیز یہ بھی بتلایا کہ فقہ شافعی یہاں کا امتیاز ہے، اور بھی اس سلسلے کی مولانا نے بہت سی باتیں بتلائیں، عشاء بعد کھانا ہوا۔

سمینار اور اس کے موضوع

۲۴/مارچ کی صبح ۱۰/بجے سے سمینار کے پروگرام شروع ہوئے، جس میں کل ۶/نشستیں ہوئیں، جن میں بالترتیب مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو ہوئی:

۱- سمینار کے اغراض ومقاصد واکیڈمی کا تعارف۔

۲-اسکولس وکالجس میں کلچرل پروگرام وغیرہ کے نام سے دینی شعائر کی پامالی کا جائزہ اور اس کا سدباب۔

۳-مخلوط تعلیم کے منفی اثرات اور اس کا تدارک۔

(۴)اساتذہ وطلبہ کی دینی وفکری تربیت۔

۵-عصری درسگاہوں میں بنیادی دینی تعلیمات کیلئے تیار کردہ نصاب ''اسلامیات'' اور اس کے مثبت اثرات کا جائزہ۔

(۶)سمینار کی جملہ نشستوں کا خلاصہ اور عملی لائحہ عمل اور ہر صوبہ میں اس طرح کے پروگرام کی تاریخوں کی قطعیت۔

ایک جلسہ تقسیم انعامات واصلاح معاشرہ کے عنوان سے انجمن گراونڈ میں بھی ہوا۔

پروگرام کے شرکاء

اس پروگرام میں شرکت کرنے والوں میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، حضرت مولانا سید واضح رشید حسنی ندویؒ، مولانا عبدالعزیز ندوی بھٹکلی، مولانا اسرار الحق قاسمیؒ، کمال فاروقی صاحب دہلی، قمرالاسلام گلبرگہ، مولانا ریاض الرحمٰن رشادی بنگلورؒ، ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی علی گڈھ، سید خلیل الرحمٰن دبئی، بشیرالدین بابو حیدرآباد، منور پیر پونہ، عبدالرحمٰن قمرالدین میسور، تاج محمد خاں میسور وغیرہ قابل ذکر ہیں، انکے علاوہ ہندوستان

کے مختلف صوبوں کے اسکولس وکالجس کے ذمہ داران حضرات بھی شریک تھے، اس سمینار کا دراصل مرکزی موضوع ''اسکولس وکالجز کی ترقی اسلامی نقطہ نظر سے'' تھا۔

اسلامیات کے کورس کے امتحانات پر انعامات

اسی موقع پر مولانا الیاس صاحب کے تیار کردہ ''اسلامیات'' کے نصاب کے ہندوستان کے جن ۲۲/ہزار شرکاء اسکول وکالجز اور مدارس کے طلبہ نے امتحانات دئے تھے، ان میں سے ہر ایک اسکول وکالج کے تقریباً ۱۵/بچوں میں اول آنے والے کو سلور میڈل اور ۳۰/بچوں میں اول آنے والے کو گولڈ میڈل جیسے انعامات سے نوازا گیا، اس طرح پورے ملک میں تقریباً آٹھ سو گولڈ میڈل اور پندرہ سو سلور میڈل دئے گئے، پورے ہندوستان میں اسلامیات کے اس کورس میں اول نمبر پر آنیوالی ایک غیر مسلمہ لڑکی بھارتی کو فرسٹ انعام میں ۸/گرام سونا ملا، باقی جن اداروں سے زیادہ طلبہ نے شرکت کی ان کے ذمہ داران کو بھی اعزازی طور پر گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے طلبہ وطالبات کو انعامات

مرکز احیاء الفکر اسلامی کے تحت چلنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے اداروں سے ۶۲/طلبہ وطالبات نے اس کورس کے امتحانات میں شرکت کی، جس پر ہمارے یہاں کے ۴/بچوں کو سلور میڈل اور دو بچوں کو گولڈ میڈل کے انعامات ملے اور اعزازی طور پر ایک گولڈ میڈل مرکز کو دیا گیا۔

بھٹکل کی تاریخی وجغرافیائی حیثیت

ہندوستان کے صوبہ کرناٹک کے مغربی ساحل پر بحیرہ عرب کے مشرق میں واقع شہر بھٹکل کا شمار رقبہ وآبادی میں اپنی محدودیت کے باوجود تاریخی وجغرافیائی اعتبار سے ملک

کے اہم ترین علاقوں میں ہوتا ہے، مشہور مؤرخ مولانا ابوظفر ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’یہی وہ علاقہ ہے جہاں آٹھویں صدی ہجری میں سندھ کی طرح خالص عربوں کی حکومت قائم تھی‘‘ آٹھویں صدی ہجری کا مشہور عالمی سیاح ابن بطوطہ جب مصر، شام اور چین وغیرہ کے دورے کے بعد ہندوستان پہنچا تو اس نے اس تاریخی شہر میں بھی حاضری دی اور یہاں کے اسلامی ماحول سے متأثر ہوکر اپنے سفرنامہ ’’رحلۃ ابن بطوطہ‘‘ میں اس علاقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’یہاں کی بعض دینی خصوصیات کو میں نے مجموعی طور پر دنیا میں کہیں نہیں پایا‘‘ نیز یہ بھی لکھا کہ ’’بھٹکل کے مسلمان مسلکاً شافعی، دیندار وبا اخلاق، جذبہ جہاد سے سرشار اور انتہائی بہادر ہیں، جس کے لیے ان کی دور دور تک شہرت ہے، یہاں کے باشندوں کو زراعت سے دلچسپی نہیں، وہ بالعموم تجارت پیشہ ہیں، عورتیں سلے کپڑے نہیں پہنتیں؛ لیکن انتہائی پاک دامن اور سب کی سب حافظات قرآن ہیں، پورے شہر میں مردوں کی دینی تعلیم کے ۱۳/ اور عورتوں کے ۲۳/ مدرسے ہیں، یہ خصوصیات میں نے سوائے اس جگہ کے کہیں اور نہیں دیکھی‘‘۔

جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ علاقہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، قدرت نے فطری حسن وجمال سے بھی اس کو غیر معمولی طور پر نوازا ہے، ایک طرف مغرب میں بحیرہ عرب کی بادنسیم لی ہوئی لہراتی موجیں اپنے مہمانوں کا استقبال کرتی ہیں، تو دوسری طرف مشرق میں ٹیک لگائے بلند قامت پہاڑی سلسلے ان کی حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں، شمال وجنوب کے گھنے جنگلات وناریل کے خوبصورت باغات نے اس کی دلفریبی ورعنائی میں چار چاند لگادئے ہیں۔

معہد امام حسن البناء شہید میں

۲۴/ فروری ۲۰۰۷ء بروز سنیچر بعد نماز مغرب مولانا محمد ناصر اکرمی استاذ جامعہ اسلامیہ

بھٹکل وناظم معہد امام حسن البناء شہید کی دعوت پر ان کی معیت میں معہد پہنچے اور معہد کے مختلف شعبوں مثلاً کتب خانہ، دار المطالعہ وغیرہ کو دیکھنے کا موقعہ ملا اور اس کی سرگرمیوں سے واقفیت حاصل ہوئی، یہ معہد ۷/ اگست ۱۹۸۸ء میں حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ہاتھوں قائم کی گئی، اس موقع پر ہمارے ساتھ مولانا اسرار الحق صاحب قاسمیؒ، ڈاکٹر محمد غیاث صاحب ندوی علی گڈھیؒ اور مولانا انعام اللہ صاحب ندوی اور ہمارے رفیق درس مولانا محمد ایوب بھوپالی ندوی تھے۔

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

اکیڈمی جس کی دعوت پر ہمیں بھٹکل کو دیکھنے کا موقع ملا، ۲۴/۲۵/ فروری کو اسی میں پروگرام کی چار نشستیں ہوئیں، اکیڈمی کی ایک خوبصورت دومنزلہ عمارت ہے، جو بڑے اچھے سلیقہ سے بنائی گئی ہے، اکیڈمی کے بہت ہی مہتم بالشان اور عظیم مقاصد ہیں، یہ اکیڈمی ۲۱/ جون ۲۰۰۱ء میں قائم کی گئی، مولانا محمد الیاس صاحب ندوی بھٹکلی اس کے بانی ومبانی اور ذمہ دار ہیں۔

جامعہ اسلامیہ بھٹکل

جہاں پر ہمارے قیام وطعام کا انتظام تھا، اس جامعہ کا قیام ۲۰/ اگست ۱۹۶۲ء میں ہوا، یہاں کے اساتذہ وطلبہ بڑے با اخلاق اور سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں، اس ادارے کے ناظم ماسٹر محمد شفیع صاحب بڑے مخلص اور ملنسار ہیں اور مہتمم مولانا عبد الباری صاحب ندویؒ بڑے متواضع وعلمی اور سادہ انسان ہیں، وہ بہت ہی محبت واخلاص سے پیش آئے اور اعلی اخلاق کا مظاہرہ کیا، جامعہ کے بارے میں ان سے تبادلہ خیال بھی ہوا، اس دوران انہوں نے جامعہ کی بہت سی خصوصیات بیان کیں، یہ جامعہ ندوۃ العلماء کی اہم ترین شاخوں میں

سے ایک ہے، عالمیت تک کی مکمل تعلیم (عالیہ رابعہ تک) یہاں ہوتی ہے، سالانہ امتحان ندوہ میں ہوتا ہے۔

انجینئرنگ وآرٹ کالج انجمن آباد میں

۲۵ رفروری کو پانچویں نشست کے ختم پر ظہر کی نماز سے پہلے تمام مندوبین انجمن حامی مسلمین بھٹکل کے زیرانتظام انجینئرنگ کالج وآرٹ کالج کی زیارت کے لیے ایک پہاڑ پر گئے، وہاں کالج کی مسجد میں نماز ظہر ادا کی، نماز کے بعد انجمن کے انجینئرنگ کالج کا معائنہ کیا، اس کی خوبصورت دومنزلہ عمارت دیکھی اور مختلف شعبہ جات کا مشاہدہ کیا، جس انجمن کے تحت یہ کالج ہے، اس کی ابتداء ۱۹۱۹ء میں ہوئی، اس کے تحت مختلف نرسری اور پرائمری اسکولس، آرٹس، سائنس اور کامرس کالجز وانجینئرنگ کالج کے علاوہ انسٹی ٹیوٹ آف منیجمینٹ کے ساتھ تقریباً درجن بھر تعلیمی ادارے میدان عمل میں ہیں، کالج کے ذمہ دار نے بتلایا کہ اگر حکومت کے ادارے میں داخلے کے ایک لاکھ روپئے لیے جاتے ہیں تو ہم صرف پچاس ہزار لیتے ہیں؛ لیکن انہوں نے اس کی شکایت کی کہ یہاں علاقہ اور کرناٹک کے طلبہ نہیں ملتے باہر کے آتے ہیں، یہاں کی زیارت کے بعد ہم لوگ جامعہ پہنچے اور کھانا کھایا۔

ساحل سمندر تنگنگنڈی کی جامع مسجد میں

عصر کی نماز کے بعد بھٹکل سے قریب ایک آبادی تنگنگنڈی کی جامع مسجد گئے، وہاں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے بیان کا پروگرام تھا، جس میں بھٹکل اور آس پاس کے ندوہ کے ابنائے قدیم کو جمع کیا گیا تھا، حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندویؒ نے بیان کیا، جس میں انہوں نے علماء کی ذمہ داری کو بتلایا اور بتلایا کہ یہ ندوے کی خصوصیت ہے کہ وہ

حال اور مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے اور خطرات کو سمجھتا ہے، یہ پروگرام مدرسہ کی عمارت میں ہوا، اور مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی، حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی کا خطاب نماز بعد عوام کے لیے ہوا، ہم لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر جامعہ آ گئے۔

طلبہ جامعہ کی طرف سے مہمانوں کا استقبال

عشاء کی نماز بعد طلباء جامعہ کی تنظیم "اللجنة العربية" کا استقبالیہ پروگرام ہوا، جس میں طلبہ نے اردو اور عربی میں تقریریں پیش کیں اور مہمانوں کو استقبالیہ دیا، حضرت مولانا واضح رشید ندویؒ نے عربی میں طلبہ کو خطاب کیا اور اہم جامع نصیحتیں کیں اور آج کل کی سیاست کو انتہازی یعنی موقع پرست قرار دیا، اس کے بعد مولانا اسرار الحق صاحب قاسمیؒ نے واقعات کی روشنی میں نصیحتیں کیں، پھر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے خطاب پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اسلامک ویلفیئر سوسائٹی بھٹکل میں

۲۶ رفروری کو مولانا صادق صاحب ندوی کے بیٹے کی معیت میں بھٹکل کے بعض اہم اور تاریخی مقامات دیکھنے کا پروگرام بنایا، چنانچہ جامعہ کی بس سے ہم پہلے اسلامک ویلفیئر سوسائٹی کے دفتر پہنچے، اور وہاں کے ذمہ داران سے ملاقات کی، سوسائٹی کے سکریٹری جناب قادر میرا صاحب نے پہلے ہمارا تعارف معلوم کرنا چاہا، ہمارے ساتھ کچھ گجرات ہمت نگر کے احباب بھی تھے، جو مختلف اسکولس وکالج کے ذمہ داران تھے، ہم نے الگ الگ اپنا تعارف کرایا، اس کے بعد سکریٹری سوسائٹی قادر میرا صاحب نے سوسائٹی کا تعارف کرایا کہ یہاں بغیر سودی بینکنگ نظام ہے اور بتلایا کہ ہندوستان میں چار غیر سودی سوسائٹیوں میں یہ سوسائٹی ممتاز ہے، نیز یہ بھی بتلایا کہ امسال اس میں ۶ رکروڑ روپئے

کالین دین ہوا ہے اور یہاں ایک سو روپئے سروس چارج لیا جاتا ہے، اس وقت ۲۲/آدمی کوسیلری ملتی ہے، اس سوسائٹی کا آغاز یکم اگست ۱۹۸۳ء میں ہوا تھا، اخیر میں چلتے وقت سوسائٹی کے سکریٹری قادر میرا صاحب نے ہمیں سوسائٹی کے تعارف سے متعلق ''ٹوٹتی زنجیریں'' کے عنوان سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والا ایک مجلّہ بھی پیش کیا، جس میں سوسائٹی کا تعارف، علماء کے تأثرات اور اس کی کارکردگی سے متعلق اچھی معلومات ہے۔

محکمہ شرعیہ جماعت المسلمین بھٹکل

سوسائٹی کے بعد محکمہ شرعیہ پہنچے، وہاں قاضی عبدالعظیم صاحب ندوی قاضی نائب قاضی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے محکمہ قضاء سے متعلق معلومات فراہم کی، انہوں نے بتلایا کہ یہاں محکمہ قضاء ۸۵۱ھ سے شروع ہوا، پھر انہوں نے مختلف عہدوں کے ہبہ نامے اور شرعی فیصلے بھی دکھائے، جو وہاں کی نوائطی زبان میں تھے، رسم الخط اردو تھا، ۱۲۱۹ھ، ۱۲۷۳ھ، ۱۲۷۴ھ اور ۱۲۸۴ھ کی تحریریں بھی دکھلائیں، ایک ہبہ نامہ ۱۲۸۳ھ کا دکھلایا اور بتلایا کہ اس وقت یہاں پر قاضی حسن تھے، محکمہ شرعیہ کی نئی عمارت قاضی ابراہیم بن حسن نے بنوائی، دراصل اس وقت کے قاضی، قاضی محمد احمد صاحب خطیبی ہیں(۱)، جو مولانا عبدالرب صاحب ندوی خطیبی کے والد محترم ہیں، جن کی عمر تقریباً سو سال ہے، قاضی عبدالعظیم ندوی صاحب نے اچھی خاصی معلومات فراہم کی اور جامع مسجد بھٹکل کے متعلق بتلایا کہ یہ بہت قدیم مسجد ہے اور ۸۵۱ھ میں تعمیر ہوئی، انہوں نے وہ پتھر بھی دکھلایا جس پر فارسی میں ایک شعر اور مسجد کی تاریخ لکھی ہوئی ہے، یہ پتھر مسجد کی تعمیر جدید کے موقع پر کھدائی میں دستیاب ہوا، جس کو صاف کرا کر اس کی تحریر کو پڑھا گیا، پتھر بالکل صحیح وسالم ہے، اس کے بعد پھر وہاں کی بعض قدیم مساجد دیکھیں اور ظہر کی نماز جامع مسجد میں

(۱) ان کا انتقال ہوگیا..................تاریخ:

ادا کی، پھر مشما مسجد دیکھی اور راستہ میں ایک لکڑی کا بنا ہوا خوبصورت مضبوط مکان بھی دیکھا، یہ مکان محمد میرا کا ہے، ان کے دادا محمد اسماعیل نے یہ بنوایا تھا جس کے شیشوں پر ۱۳۳۲ھ سن لکھا ہوا ہے، اس کے بعد بھٹکل کی دبئی مارکیٹ دیکھی اور بعض چیزوں کی خرید کے بعد جامعہ پہنچے اور کھانا کھایا۔

مہتمم جامعہ اسلامیہ سے ملاقات

۲۷/فروری کی صبح ناشتہ کے بعد جامعہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا عبدالباری ندوی صاحبؒ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور بہت سی باتوں کے متعلق تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے بھٹکل اور وہاں کے علماء کی بعض ایسی خصوصیات بیان کیں، جو دوسری جگہ کمیاب ہیں، ایک دوسرے کا لحاظ، آپس میں اتحاد و اتفاق، ایک دوسرے کا اکرام، اپنی ذمہ داری کا احساس اور کام کرنے کا جذبہ اسی طرح بعض اور اہم باتیں بتلائیں، دیکھنے سے ان سب باتوں کا یقین بھی ہوا، مولانا کو راقم نے بعض اپنی کتابیں پیش کیں، جس پر مولانا خوش ہوئے اور بعض جامعہ اور ابنائے جامعہ کی کتابیں بھی عنایت کیں اور ایک عطر کی شیشی پیش کی۔

مولانا عبدالرب صاحب خطیبی ندوی سے ملاقات

اس کے بعد مولانا عبدالرب صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی، مولانا نے بہت کرم فرمائی کی، ناشتہ کرایا، اور اپنے والد صاحب کے متعلق بتلایا کہ وہ سو سال کی عمر کے قریب ہیں، قاضی محمد احمد خطیبی ان کا نام ہے اور وہ بھٹکل کے قاضی ہیں، تو ان سے ملنے کی خواہش ہوئی اس پر مولانا نے شام کو گھر لے جانے کا پروگرام بنایا، عصر سے پہلے جب جانے لگے تو مولانا محمد الیاس صاحب ندوی تحفہ میں بھٹکل کا حلوا اور مٹھائی لے کر حاضر ہوئے، اس کے بعد مولانا عبدالرب صاحب کے ساتھ ان کے والد قاضی محمد احمد صاحب خطیبی کی قیام

گاہ پر پہنچے، ان سے مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی، وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، غالبًا ذکر میں مشغول تھے، ان سے دعا وسلام کے بعد مولانا عبدالرب صاحب اپنے گھر لے گئے، جامع مسجد کے پاس ہی ان کا گھر ہے، عصر کی نماز کے بعد ان کے گھر پر گئے تو مولانا نے بعض کھانے کی چیزیں پیش کی، ان کا گھر بڑا قدیم ہے، ان کے دروازے کے کیواڑ میں جو چٹخنی لکڑی کی بنی ہوئی ہے، اس کو دیکھ کر پرانے زمانے کی ٹیکنک پر حیرت ہوئی کہ اسکو نہ کوئی باہر سے کھول سکے اور نہ اندر سے، اگر کوئی انجان اندر گھس جائے اور وہ بند کردی جائے تو وہ نکل نہیں سکتا، اس کو دیکھ کر مقامات حریری کے اس مقامہ کی یاد آگئی جس میں شیخ سروجی نے اپنے گھر کے دروازے کی ہر چیز کا تعارف کرایا اور اس کی خصوصیات بیان کی، اس کے بعد مولانا نے مارکیٹ میں سے کچھ چیزیں تحفہ کے طور پر خرید کردیں، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے، بہت ہی محبت سے پیش آئے۔

مدینۃ الندوۃ بھٹکل کے متعلق عمومی تأثرات

بھٹکل کی آبادی تقریباً ایک لاکھ سے متجاوز ہے، جس میں چالیس پچاس ہزار مسلمان ہیں، یہاں عام حالات دینی معلوم ہوتے ہیں، بلکہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہاں تین سو یا تین سو کے قریب ندوی فضلاء ہیں اور اتنے فضلا تو ندوہ کے شہر لکھنؤ میں بھی نہیں ہیں، تو میری زبان سے برجستہ نکلا کہ یہ تو مدینۃ الندوہ ہے، اگر تین سو فضلا کسی دوسری جگہ ہوتے تو تیس مدرسے ضرور ہوتے یا کم از کم پانچ چھ یا تین تو ہوتے ہی، مگر یہاں اجتماعیت، اتحاد اور نظام اس قدر مضبوط ہے کہ بس اعلی دینی تعلیم کے لیے ایک جامعہ اسلامیہ اور اس کے تحت مکاتب ہیں، دنیوی اعلی تعلیم کے لیے الگ الگ ادارے ہیں، پورے شہر میں ساٹھ پینسٹھ مسجدیں ہیں، کوئی مسلمان عورت بے پردہ نظر نہیں آئی، سڑک اور بازار میں جو بھی عورت نظر آئی وہ نقاب پوش مکمل پردے میں تھی، ہمارا واسطہ چونکہ علماء

طبقے سے پڑا، اس لیے ان کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ وہ بڑے ہی ملنسار، خلیق اور خدمت گزار ہیں، وہاں کے علماء کی یہ خصوصیت بہت پسند آئی کہ چاہے کوئی چھوٹا ہے یا بڑا، علمی وعملی اعتبار سے جس کا جو بھی مقام ہے اس میں تواضع اور سادگی ہے، تکلف نہیں، دوسروں کو حقیر سمجھنے کا ماحول نہیں، یا دوسروں کی دینی خدمت کو سن کر یا دیکھ کر پیشانی میں بل نہیں آتے، مجھے تو حقیقت میں وہ لوگ مخلص معلوم ہوتے ہیں، دراصل وہی لوگ مخلص ہیں جن کے اخلاق وتواضع کو دوسرے محسوس کریں ورنہ تو بقلم خود مخلصین کی دنیا میں کمی نہیں۔

ممبئی میں

۲۷؍فروری کی شام کو بعد عصر مولانا الیاس صاحب ندوی اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور مولانا عبدالرب صاحب ندوی اور جامعہ کے اکثر اساتذہ سے الوداعی ملاقات ہوئی، ہمیں چونکہ بمبئی جانا تھا، اور ہم نے اپنے پروگرام میں یہ بھی شامل کیا تھا کہ بھٹکل سے فارغ ہوکر مدرسے کے چندے کے لیے بمبئی اور گجرات کا بھی سفر کیا جائے؛ کیونکہ سال کے بیچ میں راقم سطور چندے کے لیے بمبئی اور گجرات کا کئی سال سے سفر کرتا ہے، اس لیے یہاں سے بمبئی کا سفر طے تھا، مولانا محمد الیاس صاحب نے ہمارے اسٹیشن پہنچنے کا نظم کیا اور ہم لوگ ایک ایکسپریس گاڑی سے ۲۸؍فروری کی صبح بمبئی پہنچے، فجر کے بعد پہنچ کر کچھ آرام کیا، پھر ناشتے کے بعد بعض مخیّرین سے ملاقات کیلئے نکلے، سب سے پہلے بمبئی کے ایک تاجر احمد اسحاق صاحب مکلائی سے ملاقات کی، دعا وسلام کے بعد تعارف ہوا اور کچھ تبادلہ خیال بھی، نقوش اسلام ان کو پہنچتا ہے، میں نے تازہ شمارہ ان کو پیش کیا، تو اس میں صدام سے متعلق ایک مضمون تھا جس کو دیکھ کر انہوں نے صدام کے متعلق میرا نقطہ نظر جاننا چاہا اور انہوں نے بتلایا کہ کئی دن سے میرے ذہن میں ایک خلش ہے، میں نے ان کو جواب دیا کہ صدام کو اپنے کئے کی سزا مل گئی اور وہ جنت میں چلا گیا، وہ

بہت خوش ہوئے، اس کے بعد ہم اولپیا کافی ہاوس قلابہ پہنچے، وہاں کے ذمہ دار ایک مولانا ہیں، جو کئی سال سے مدرسہ کا تعاون بھی کرتے ہیں اور بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، مگر آج تو انہوں نے سلام کے بعد مزید کسی بات کرنے سے انکار کیا کہ کل صبح آنا یہ تو ہمارے دھندے کا ٹائم ہے، ہم نے لاکھ بتلانا چاہا کہ رات کو ہماری واپسی ہے، کل صبح تک ہم نہیں ٹھہریں گے، مگر انہوں نے ہماری ایک نہ سنی اور ہم ناکام واپس لوٹے، پھر ہمیں حاجی عبدالقیوم سومرسے چکلہ اسٹریٹ میں ملاقات کرنی تھی، تیسرے چکر میں عصر سے قبل ان سے ملاقات ہوئی، تعارف وغیرہ کے بعد کچھ باتیں بھی ہوئیں اور انہوں نے سہارنپور آنے کے متعلق بھی اظہار خیال کیا، مگر کب یہ مقدر ہوگا کچھ پتہ نہیں، اس کے بعد ہمیں اور لوگوں سے بھی ملنا تھا، مگر چونکہ رات ہی کو اکل کوا جانے کا پروگرام تھا، اس لیے وہاں کا ٹکٹ خریدا۔

جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں

رات کے نو بجے بس میں سوار ہو کر صبح یکم مارچ کو ۱۱ بجے کے قریب اکل کوا پہنچے اور مہمان خانے میں قیام کیا، مولانا یوسف صاحب نگراں مہمان خانہ نے اچھا خیال کیا، ظہر کے بعد مولانا عبدالقدیر عمری سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی ایڈیٹر سہ ماہی ''النور'' واستاذ جامعہ سے ملاقات ہوئی، ان سے کئی سالوں کے بعد ملاقات ہوئی تھی، اس لیے ان سے اچھی خاصی گفتگو ہوئی، انہوں نے ہمارے ایک عربی رسالہ ''مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا'' فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات کو اپنے مجلّے ''النور'' میں دو قسطوں میں شائع کیا تھا، ان کے پاس ہی مولانا عباس مدنی سے بھی تفصیلی ملاقات ہوئی، انہوں نے کافی اکرام کیا، اس کے بعد حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب سے ملاقات کی اور تعارف کے بعد ان کو اپنی بعض کتابیں پیش کیں، بہت خندہ پیشانی سے

ملے، انہوں نے پوچھا کوئی خدمت، میں نے کہا بس دعاؤں کی ضرورت ہے، ان سے ملاقات سے سفر کا بوجھ ہلکا ہوا، پھر انہیں کے پاس بیٹھے ہوئے ان کے بھائی حافظ اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی، ان سے چونکہ کئی بیرونی اسفار میں ملاقات ہو چکی تھی، اس لیے انہوں نے پہچان لیا اور اپنے پاس مسند پر بیٹھایا اور کچھ باتیں کیں، انہوں نے حفظ کلاس کے بچوں کی تعداد دوہزار کے قریب بتلائی اور تمام طلبہ ساڑھے سات ہزار بتلائے، اس کا سالانہ خرچ ۸؍کروڑ معلوم ہوا، یہ جامعہ مولانا غلام محمد وستانوی نے ۱۹۸۰ء میں قائم کیا، رات کا قیام جامعہ میں ہی رہا، مولانا عبدالستار صاحب مئوی جوام القری مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر آئے ہیں، اتفاق سے ان سے بھی ملاقات ہوگئی، انہوں نے بہت اکرام کیا اور کھانا وغیرہ بھی کھلایا اور علمی باتیں بھی کیں، سیاسی نقطہ نظر سے بھی بات چیت کی، صدام کے سلسلے میں بھی انہوں نے گفتگو کی، میں نے اپنا نظریہ ان کے سامنے پیش کیا، کہ آخر کار صدام جنت کا مستحق ہوا، جامعہ کے مہمان خانہ میں ایک عربی شعر لکھا ہوا ہے، مجھے بہت پسند آیا: ؎

ان التواضع من خصال المتقی
وبه التقی المعالی یرتقی

اللہ تعالی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، صبح کو مولانا غلام محمد وستانوی کے بیٹے مولانا حذیفہ صاحب وستانوی نے اسکوٹر سے بس اڈے چھوڑ دیا، راستہ میں ان سے دینی، علمی وفکری بہت سی باتیں ہوئیں اور انہوں نے اپنی علمی سرگرمیوں کے متعلق بھی بتلایا، وہ بھی بہت متواضع تھے، پھر صبح ۲؍مارچ کو ہم انکلیشور کے لیے بس میں سوار ہوگئے۔

انکلیشور میں

جمعہ سے پہلے ہم لوگ انکلیشور ضلع بھروچ پہنچے، جہاں بس اسٹیشن پر ہمارے میزبان

حنیف بھائی بھولا اپنی گاڑی لے کر موجود تھے، ان کے ساتھ ان کے گھر گئے، جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھی، پھر کھانا کھایا، پھر ہمیں شام کو پانولی جانا تھا اور رات میں انکلیشور ہی میں قیام کرنا تھا، چنانچہ حنیف بھائی نے اپنی گاڑی ہمارے ساتھ بھیج دی۔

جامعہ حمیدیہ پانولی میں

عصر کی نماز جامعہ حمیدیہ میں قاری عبدالحمید صاحب پانولیؒ والوں کے ساتھ ادا کی، مولانا نے ۱۹۹۲ء میں بڑھاپے میں لڑکیوں کا بہترین ادارہ قائم کیا ہے، جس کی عمارت بہت خوبصورت اور بہت مضبوط ہے، جہاں پر کئی سو لڑکیاں مقیم رہ کر عالمیت تک کی تعلیم حاصل کرتی ہیں، قاری صاحب انتہائی مخلص، مخیرّ ومعاون ہیں، سبھی اداروں کا تعاون کرتے ہیں، بہت ہی سادہ اور بھلے انسان ہیں، مولانا سے ملاقات ودعا سلام کے بعد ہم نے اپنی قیام گاہ پر انکلیشور چلے گئے۔

دارالعلوم کنتھاریہ میں

صبح ۳/ مارچ کو حنیف بھائی نے دارالعلوم کنتھاریہ پہنچادیا، ہمیں وہاں مفتی اسماعیل صاحب سارودی سے ملاقات کرنی تھی، وہ بھی مخلص اور متواضع آدمی ہیں، کئی سال سے ہمارے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے، اس ادارے میں کئی سو طلبہ پڑھتے ہیں، یہ غالباً ۱۹۶۶ء میں قائم ہوا تھا، اس کے بانی مولانا محمد اسماعیل صاحب منوبری سفر پر تھے، ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔

جامعۃ القراءات کفلیتہ میں

دارالعلوم کنتھاریہ سے فارغ ہوکر بذریعہ ٹرین سورت پہنچے، سورت کے بڑے مشہور

مخیرّ حاجی ابراہیم حسن دادا سے مختصر ملاقات کے بعد جامعۃ القراءات کفلیتہ پہنچے، وہاں قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب مہتمم جامعہ سے ملاقات ہوئی، ۳،۴/ مارچ کو ہولی کی وجہ سے وہیں قیام کیا، جب بھی سورت جانا ہوتا ہے تو ایک آدھ دن کے لیے جامعہ کفلیتہ میں ضرور ٹھہرنا ہوتا ہے، وہاں اپنائیت محسوس ہوتی ہے اور قاری اسماعیل بھی اچھا معاملہ کرتے ہیں، جس سے اجنبیت نہیں ہوتی، قاری اسماعیل صاحب ہمارے مرکز میں دومرتبہ آ بھی چکے ہیں اور مدرسہ کے خیرخواہ بھی ہیں، انہوں نے جامعۃ القراءۃ ۱۴۱۶ھ میں قائم کیا جس میں ساڑھے پانچ سو طلبہ زیرتعلیم ہیں، قرآن کریم کی بہترین تعلیم ہوتی ہے، امسال مشکوٰۃ شریف تک تعلیم ہورہی ہے (اب دورۂ حدیث بھی ہوتا ہے) قاری صاحب نے گجرات کے مدارس اور وہاں کی بعض خصوصیات بیان کیں، کہ یہاں کوئی مہمان آتا ہے، تو دوسرے مدرسہ میں لے جانے کا پروگرام بنایا جاتا ہے اور آپس میں علماء مدارس میں جوڑ ہے، اگر کسی مخیرّ نے کہیں کوئی رقم دی تو دوسرے مدرسہ کا آدمی یہ نہیں کہہ سکتا، وہاں کیوں دی، یا اتنی کیوں دی، اس طرح کی بہت سی باتیں بتلائیں، وہیں قاری سلیمان دیدات کے ساتھ غلام احمد باکاوالا کونٹیری انگلینڈ والوں سے ملاقات وتعارف ہوا، پھر ۵/ مارچ کو دوپہر بعد سورت کے لیے روانہ ہوئے، کچھ دیر کے لیے لاجپور گئے، وہاں ظہر کی نماز میں مولانا عبدالحق دیوان صاحب سے ملاقات ہوئی، پھر قاری اسماعیل بسم اللہ کے خسر مولانا محمد ابراہیم میاں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بہت اکرام کیا، بڑی عزت کی۔

سورت میں فضل بھائی کے دولت خانہ پر

عصر سے قبل فضل الحقؒ ملانجی ڈائنگ والوں کے گھر پرانی تالاؤ میں حاضری ہوئی، سورت آکر فضل بھائی سے ملاقات کے بغیر جانا اچھا نہیں لگتا، چونکہ زمانہ طالب علمی میں

راقم سطور نے فضل بھائی اوران کے بھائی نورالحق کو رمضان میں کئی مرتبہ قرآن شریف سنایا ہے، گھر پر بھی اوران کی فیکٹری میں بھی، اس لیےان سے اچھی طبیعت لگتی ہے اوروہ بھی بھر پور خیال کرتے ہیں، انہوں نے ملاقات وخیریت عافیت کے بعد ہماری سورت آمد کی نور بھائی اوراپنے چچا انورصاحب کو اطلاع دی ، چنانچہ عصر بعد نور بھائی سے ملاقات کے لیےان کے گھر پر گئے، نور بھائی کے گھر پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے مولانا اسماعیل مدنیؒ سے بھی ملاقات وتعارف ہوا، اور ساتھ ہی غلام حسین بدات صاحب جولندن سے آئے ہوئے تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی، پھر فضل بھائی کے یہاں آ کر کھانا کھایا، انور چچا بھی ملاقات کے لیے آ گئے تھے، وہ بہت دلچسپ آدمی ہیں، فضل بھائی نے اون کے حافظ ریاض الدین شیخ کو بھی فون کر کے اطلاع کردی تھی ، وہ بھی ملاقات کے لیے آ گئے تھے، جس زمانے میں ہم لوگ قرآن شریف سناتے تھے، وہ فضل بھائی کی فیکٹری میں امام تھے، اس لیےان سے تعلق تھا، چنانچہ وہ بھی ساتھ رہے، فضل بھائی نے بہت سی دینی باتیں سنائیں، اپنے دادا کے حالات بتلائے، جن کے دینی حالات بہت اونچے تھے، ان کے گھر پر ہی ممبئی کے ایک بڑے تاجر حاجی شکیل احمد بھی تشریف لائے، جوکسی بزرگ کے خلیفہ بھی ہیں، ان سے بھی ملاقات ہوئی اور چونکہ آج ہی ہماری واپسی کا گولڈن ٹیمپل سے ٹکٹ بنا ہوا تھا، اس لیے بارہ بجے کے قریب فضل بھائی نے اپنے بچوں عزیزم محمد انعام ونجم کو گاڑی سے اسٹیشن تک چھوڑنے کے لیے بھیجا، حافظ ریاض الدین بھی اسٹیشن پر آخری وقت تک ساتھ رہے، سوا ایک بجے ٹرین آئی اور ہم نے ان کوالوداع کہا اور بخیر وعافیت سہارنپور پہنچے۔

سفر کے درمیان مطالعہ

سفر میں تھکان اور بے آرامی کی وجہ سے مطالعہ کرنا ایک اہم کام ہوتا ہے، مگر اللہ کی

توفیق سے چند کتابوں کے مطالعہ کا موقع نصیب ہوا، جاتے وقت ہمارے ایک دوست مولانا محبوب الرحمٰن ندوی کیرانوی نے دہلی جاتے ہوئے مولانا اسیرادروی کی ’’تذکرہ مشاہیر ہند کاروان رفتہ‘‘ دیدی، اس کے مطالعہ کی توفیق ملی ، پھر بھٹکل جا کر ہمارے ایک سینئر ساتھی مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی کا ’’سفر نامہ شام‘‘ کا مطالعہ کیا، یہ سفرنامہ بڑا دلچسپ اور پراز معلومات ہے، اس سفرنامے کے لکھنے میں مہمیز کا کام گویا اس سفرنامہ شام نے ہی کیا، اگر چہ راقم سطور کو سفرنامے لکھنے کا طالب علمی کے زمانے ہی سے شوق ہے اورشاید ہی میرا کوئی ایسا سفر ہوجس پر میں نے کوئی نوٹ نہ لکھا ہو، پھر مولانا محمد الیاس صاحب ندوی کی ایک کتاب ’’دعاؤں کے معجزانہ اثرات واقعات کی روشنی میں‘‘ خرید کر پڑھی، یہ کتاب بہت ہی مؤثر ہے، کئی مقامات پر میں اپنے پر قابو نہ پاسکا، اور دل تھم نہ سکا، اور بے ساختہ آنسو نکل گئے، اس کتاب نے یہ داعیہ پیدا کیا کہ زندگی میں دعاؤں کا اہتمام ہونا چاہئے، مولانا موصوف ہی کا ایک مختصر رسالہ ’’مشنری تعلیم‘‘ کا بھی مطالعہ کیا جس سے مسلمانوں کے بارے میں عیسائیوں کے پروپیگنڈوں کا اندازہ ہوا۔

غرضیکہ سفر سفر ہے، اس سے بہت سے تجربات بھی ہوئے، اور بعض حقائق بھی سامنے آئے، مختلف الخیال وافکار ونظریات کے لوگوں سے ملاقات بھی ہوئی، کہیں امیدیں وابستہ ہوئیں، کہیں مایوسیاں ہوئی، کہیں اچھا لگا، کہیں دل کو تھامنا پڑا، بہرحال اللہ تعالی اپنا محتاج رکھے کسی کا محتاج نہ بنائے۔ آمین

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل
ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

ٹونک اور جے پور کا ایک یادگار سفر

محمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی میں

الجمعیۃ المحمدیہ للتعلیم والرعایۃ الاجتماعیہ (المحمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی) کے بانی جناب مولانا محمد عامر صاحب ندوی رئیس قسم المشاریع جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ کویت نے اپنے شہر ٹونک راجستھان میں اپنی سوسائٹی کے تحت لڑکیوں کی دینی وعصری اعلیٰ تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ ''مرکز الامین الاسلامی للبنات'' قائم فرمایا، جس میں انہوں نے ایک نوتعمیر شدہ ہال کے افتتاح کی تقریب کے منعقد کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا، اس میں شرکت کے لیے انہوں نے راقم سطور کو بھی دعوت دی تھی، چنانچہ راقم نے اپنے رفیق سفر کے طور پر مولوی حمیداللہ قاسمی کبیرنگری معاون مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کو ساتھ لیا، اور ۱۱/دسمبر ۲۰۰۹ء جمعہ کو احمد آباد میل سے سوار ہوکر ۱۲/دسمبر کی صبح جے پور کے راستہ سے ٹونک پہنچا۔

ٹونک شہر

ہندوستان کا صوبہ راجستھان تعلیمی اعتبار سے پسماندہ صوبہ سمجھا جاتا ہے، جس کا رقبہ ۳۴۲،۲۳۹/مربع کلومیٹر ہے، یہاں کے باشندوں کی تعداد ۵۶،۴۷۳،۱۲۲/ ہے، جن میں مسلمانوں کا تناسب ۲۰/فیصد ہے اور مسلمانوں کی تعداد ۱۱،۲۹۴،۶۲۴/ ہے، جہاں پرناخواندگی کی شرح ۳۹/فیصد ہے اور یہاں ہندی، اردو اور راجستھان کی علاقائی زبان بھی بولی جاتی ہے، اور مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔

ٹونک صوبہ راجستھان کا ایک شہر اور ضلع ہے، جہاں پر مسلمانوں کی اغلبیت ہے، تاریخی اعتبار سے یہ ملک کا مردم خیز شہر اور علم وادب کا گہوارہ رہا ہے، جہاں پر ہر زمانہ میں اہل علم، اہل ادب واہل فن پیدا ہوئے ہیں، ٹونک بہت سی خصوصیات کا حامل علاقہ رہا ہے، وہ نوابوں کا شہر بھی رہا ہے اور وہاں کے لوگ اہل علم اور بزرگوں کے قدرداں بھی رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں تیرہویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی میں عالم ربانی مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) نے پڑاؤ ڈالا تھا، آپ کے ساتھ علماء، صلحاء، فضلاء اور مجاہدین ومصلحین کی ایک جماعت تھی، جس محلہ میں آپ کا قیام ہوا، اس کا نام ہی ''قافلہ'' پڑ گیا، اس کے بعد وہاں پر اس طرح کی عبقری شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں وہاں پر علمی، عملی، اصلاحی، ادبی اور دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

۱۸۵۷ء کے بعد جب ملک کے حالات انگریزی استعمار کے شکار ہوئے، تو ٹونک کو بھی یقینی طور پر متأثر ہونا تھا، اس لیے وہاں کی بھی علمی اور ادبی زندگی پر اثر پڑا، اور وہاں کی علمی وادبی مجلسیں ماند پڑ گئیں، اور پھر اس کا شمار تعلیمی واقتصادی اعتبار سے ملک کے سب سے پسماندہ علاقہ میں شمار ہونے لگا، جہاں پر بدعت، جہالت اور خرافات عام ہوگئی، اور اب وہاں پر چند ابتدائی مکاتب کے علاوہ کوئی مہتم بالشان ادارہ نہیں ہے، اس لیے مولانا محمد عامر صاحب ندوی ٹونک کی عظمت رفتہ کی بحالی کی کوشش کررہے ہیں۔

مرکز الامین الاسلامی للبنات میں پروگرام

۱۲/دسمبر ۲۰۰۹ء سنیچر کو بعد نماز مغرب مرکز کی ایک جدید عمارت میں پروگرام کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت ٹونک کے مفتی مولانا محمد سعید صاحب نے کی، اور مدرسہ بورڈ کے سابق سکریٹری جناب شرف الدین بیگ نے خصوصی طور پر شرکت کی، پہلے طالبات نے اپنا تعلیمی اور ثقافتی پروگرام پیش کیا، اس ادارے میں ۱۱۰/طالبات ہاسٹل میں مقیم ہیں اور

۴۰/طالبات شہر سے آتی جاتی ہیں، مرکز کے نگراں مولانا رضوان صاحب کرناٹکی اوران کی اہلیہ بہت سرگرم اوراپنے مفوضہ امور کو بہت اچھے انداز میں انجام دے رہے ہیں، ان کی محنتوں کا ثمرہ اس طرح سامنے آیا کہ ۲/ماہ کے اندرانہوں نے طالبات کے اندر جو اسپرٹ اور صلاحیت پیدا کی، اس کا مظاہرہ اکثر طالبات نے کیا، کسی نے نعت پڑھی، کسی نے تلاوت کی، کسی نے تقریر کی، اس طرح اکثر طالبات نے حصہ لیا، اس کے بعد شرف الدین بیگ صاحب نے اپنے اچھے تأثرات کا اظہار کیا اور ہر طرح سے اپنا تعاون پیش کرنے کی یقین دہانی کرائی، پھر شہر کے بعض معزز اور ایجوکٹیڈ حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ادارے کی افادیت اور حضرت مولانا محمد عامر صاحب کی سرگرمیوں کو سراہا۔

اس کے بعد راقم کو تقریر کی دعوت دی گئی، چنانچہ راقم نے پہلے ٹونک کا پس منظر، اوراس کی تاریخی اور علمی حیثیت کو بیان کیا، اور موجودہ صورت حال کی طرف بھی اشارہ کیا، نیز راقم نے عرض کیا کہ آپ کے اس شہر سے عالم اسلام کی مشہور شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (متوفی ۱۹۹۹ء) کو بھی بڑا گہرا تعلق تھا، اور وہ برابر وہاں کی فکر رکھتے تھے، اس لیے کئی مرتبہ ٹوک کا سفر بھی کیا، ایک تو اس لیے کہ آپ کے خاندان کے مرد مجاہد حضرت سید احمد شہیدؒ نے اس شہر میں قیام فرمایا، نیز آپ کے استاذ حدیث حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اسی شہر کے رہنے والے تھے، اور آپ کے داعی ہونے اور امت کے لیے فکرمند اور مخلص ہونے کی بنا پر بھی آپ کو اس شہر سے خصوصی تعلق تھا، اور وہ اس شہر کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے فکرمند رہتے تھے، اس لیے مولانا محمد عامر صاحب ندوی نے حضرت مفکر اسلام کے ایماء سے ۱۹۹۹ء میں ''المحمد یہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی'' قائم کی، جس کے ذریعہ سے وہ یہاں پر دینی اور عصری تعلیم کے ادارے بھی قائم کر رہے ہیں اور یہ ادارہ خود اس کی ایک نشانی ہے۔

راقم کی تقریر اور اس کا خلاصہ

اس کے بعد راقم نے لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت پر گفتگو کی اوران کو بتلایا کہ تاریخ میں جن رجال کار اور بڑے لوگوں کے حالات ہم پڑھتے ہیں، ان کی سیرت سازی میں اکثر ان کی ماؤں کا کردار رہا ہے، اگر تم نے بھی اچھی تعلیم وتربیت حاصل کی، تو تم بھی امت کے بڑے لوگوں کے وجود کا ذریعہ بن سکتی ہو، اوران کو بتلایا کہ والدہ کی تربیت کی وجہ سے کیسے کیسے لوگ اور عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں، بی بی ستارہ کی تربیت کی وجہ سے بوعلی سینا جیسا فرزند پیدا ہوا، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی والدہ کی حسن تربیت کی بنا پر وہ پیدا ہوئے، حضرت نظام الدین اولیا کی والدہ کی حسن تربیت اور تعلیم کی وجہ سے وہ حضرت نظام الدین بنے، اور قریب کے دور میں حضرت مولانا الیاس صاحب، مولانا شیخ زکریا، مولانا علی میاں جیسے لوگ پیدا ہوئے، اور مولانا محمد علی جوہر کی والدہ کی مثال دی کہ کس طریقہ سے ان کی والدہ نے تربیت کی اور خلافت پر جان کی بازی تک لگانے کیلئے ابھار دیا، اور کیسے حضرت اسماء بنت ابی ابوبکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی تربیت کی، اور حق کے سلسلہ میں جام شہادت نوش کرنے کی ہدایت کی، اس کے بعد ادارہ کی اچھی کارکردگی پر مولانا محمد عامر کو مبارک باد دی اور شہر کے لوگوں کو بھی داد تحسین دی، اوران کی حوصلہ افزائی کی، اوران بچیوں کو بھی جو یہاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، راشٹریہ سہارا نے ۱۶/دسمبر کے شمارے میں یہ خبر اس طرح شائع کی ''جلسہ کے مہمان اعزازی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی شیخ الحدیث جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات مظفرآباد، سہارنپور نے اپنی تقریر میں کہا کہ لڑکیوں کو دینی تعلیم دلانا بہت ضروری ہے کیونکہ خواتین ہی بچوں کی پرورش وپرداخت کرتی ہیں اور انہیں آداب زندگی سکھاتی ہیں''۔(۱)

(۱) روزنامہ راشٹریہ سہارا نئی دہلی ۱۶/دسمبر ۲۰۰۹ء

واضح رہے کہ اس افتتاحی اور ثقافتی پروگرام میں شہر کے معزز لوگوں کو دعوت دی گئی تھی، بقول مولانا محمد عامر صاحب کے کہ صرف شہر کے کریم اور منتخب لوگوں کو ہی دعوت دی گئی ہے، پروگرام بہت اچھا رہا، سب خوش ہوئے، عشاء کی نماز تاخیر سے ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد کھانے سے فراغت ہوئی، اس پروگرام میں شرکت کے لیے سدھارتھ نگر سے ہمارے رفیق درس مولانا عبدالماجد ندوی بھی حاضر ہوئے تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی، اسی طرح الور سے آئے ہوئے مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جوالور میں لڑکیوں کا ادارہ ’’مدرسۃ الصالحات ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی‘‘ کے نام سے چلاتے ہیں، ۱۳؍دسمبر کی صبح فجر کی نماز کے بعد مولانا حکیم اسحاق صاحب نے مرکز کی مسجد میں مولانا محمد عامر صاحب کی خواہش پر طالبات سے خطاب کیا، پھر راقم نے طالبات سے گفتگو کی اور ان کو بتلایا کہ وہ کیسے مثالی خاتون بن سکتی ہیں اور مثالی خاتون کا کردار کیسے ادا کرسکتی ہیں، اس کے بعد مولانا عبدالماجد ندوی نے بھی تقریر کی۔

عبداللہ النوری ووکیشنل سینٹر

مرکز میں ’’عبداللہ النوری ووکیشنل ٹریننگ سینٹر‘‘ بھی مولانا نے قائم کیا ہے، یہ صنعت وحرفت کا شعبہ مولانا نے اس لیے قائم کیا ہے تاکہ مسلم بچے اپنی دینی تعلیم کے ساتھ کچھ ہنر سیکھ کر معاشی طور پر خودکفیل ہوسکیں، اس سینٹر میں مختلف شعبے رکھے گئے ہیں تاکہ ہر ذوق کے طالب عالم اپنے ذوق کے مطابق کوئی صنعت سیکھیں اور زندگی کے جس میدان میں جہاں چاہیں جائیں اور کسب حلال کرسکیں، کمپیوٹرس اور سلائی، کڑھائی وغیرہ کی مشینیں بھی ہیں، اس وقت سینٹر سے ۱۵۰؍طالبات مستفید ہورہی ہیں، یہ سینٹر پہلے الحمد یہ گرلس اسکول کی تیسری منزل پر قائم تھا، اب یہ مرکز کے جدید ہال میں منتقل کردیا گیا ہے۔

آئی ٹی آئی میں

اس کے بعد مولانا محمد عامر صاحب ندوی مولانا اسحاق صاحب کی جیپ سے ہم لوگوں کو اپنی قائم کی ہوئی آئی ٹی آئی میں لے گئے، جس کی تعمیر کی تکمیل ہونے والی ہے، کام چل رہا ہے، مسجد بھی تعمیر ہوچکی ہے، اس میں مولانا نے بتلایا کہ یہاں پر اقامتی ادارے کا پلان ہے، اور یہاں پر مسلمان طلبہ کو صنعت وحرفت سکھائی جائے گی، اور ان کو سرٹیفکٹ دیا جائے گا جو حکومت کی طرف سے منظور شدہ ہوگا، تاکہ وہ خودکفیل ہوسکیں۔

جامع مسجد ٹونک میں

اس کے بعد مولانا محمد عامر کی معیت میں شہر کی جامع مسجد جانا ہوا، جامع مسجد میں جیسے ہی داخل ہوئے تو شاہی امام مولانا اصلاح الدین خضر ندوی صاحب مل گئے، مولانا محمد عامر صاحب نے ان سے تعارف کراتے ہوئے راقم کا نام بتلایا، وہ فوراً سمجھ گئے اور پہچان گئے؛ کیونکہ وہ ’’نقوش اسلام‘‘ کے واسطے سے بندہ کو جانتے تھے، اور گذشتہ سے پیوستہ سال ہی ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فضیلت سے فارغ ہوئے تھے، پھر انہوں نے جامع مسجد کا تعارف کرایا کہ یہ ۱۲۹۷ھ میں تعمیر ہوئی، اور وہاں کے ایک نواب کا ذکر کیا کہ انہوں نے بنوائی تھی، جامع مسجد کی پرشکوہ عمارت، خوبصورت اور بلند وبالا منار اور مسجد کے اندر کی تزئین وخوبصورتی سے پرانے زمانے کی ٹیکنک پر حیرت ہوئی، مسجد کے صحن میں خوبصورت رنگین ٹائلس لگی ہوئی ہیں، اور میناروں کی تزئین کا کام جاری ہے، جامع مسجد میں مدرسہ بھی چلتا ہے، جس میں حفظ وقرأت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، امام صاحب اپنے کمرے میں لے گئے، مولانا عامر صاحب ناشتے کا سامان لائے اور ان کے کمرے میں بیٹھ کرناشتہ کیا، ناشتہ کے درمیان انہوں نے اپنے مدرسہ کے چند بچوں کا قرآن شریف بھی سنوایا، ماشاء اللہ بچوں نے تحسین وتجوید اور ترتیل سے سنایا، طبیعت خوش ہوئی اور پھر

مولانا خضر صاحب نے بھی حدر میں قرآن شریف سنایا، ماشاء اللہ وہ بھی اچھا قرآن پڑھتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ سعودی عرب کے کسی پروگرام میں پوزیشن بھی حاصل کر چکے ہیں۔

المحمدیہ گرلس اسکول میں

اس کے بعد المحمدیہ گرلس اسکول میں جانا ہوا، یہ اسکول مولانا نے مسلم بچیوں کی عصری تعلیم وتربیت کو دینی ماحول میں رہ کر مکمل کرنے کے لیے قائم کیا ہے، جس میں مسلم بچیاں ابتداء سے دینی ماحول میں رہ کر پرائمری تک کا سرکاری نصاب پورا کرتی ہیں، جس میں اس وقت ۲۰۰/ طالبات زیر تعلیم ہیں، جن کے لیے ۸/ تجربہ کار معلمات اور ٹیچرس ہمہ وقت تعلیم وتعلّم میں مشغول ہیں، اور یہ اسکول تین منزلہ عمارت پر مشتمل ہے، اس کی دیکھ ریکھ مولانا محمد عامر صاحب کے والد اور والدہ کرتی ہیں۔

مدرسۃ الامام ابی الحسن الندوی

اس کے بعد ''مدرسۃ الامام ابی الحسن الندوی'' پہنچے، جہاں پر مولانا نے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری تعلیم کا نظم کیا ہے، جس میں مسلمان بچے ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ سرکاری نصاب کے مطابق پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جس میں طلبہ کی ۱۵۰/ کی تعداد ہے، جن کے لیے مستقل ۶/ تجربہ کار افراد پر مشتمل اسٹاف بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت اور ان کی نگرانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔

المحمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے دوسرے رفاہی کام

اس کے بعد مولانا نے اپنے ادارے کے تحت تعمیر شدہ بعض مساجد کی بھی زیارت کرائی، مولانا کو ضرورت مند علاقوں میں مساجد کی تعمیر کا بھی بھرپور شوق ہے، اور وہ اس

سلسلہ میں پوری آب وتاب اور تگ ودو کے ساتھ مصروف کار ہیں، اس لیے انہوں نے سوسائٹی کے تحت شعبہ تعمیر مساجد بھی قائم کیا ہے، جو بہت فعال شعبہ ہے، جس نے ٹونک اور مضافات ٹونک اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اب تک ۳۹/ سے زائد مساجد تعمیر کرائی ہیں، جیسا کہ مولانا نے بتلایا اور چھ مساجد اس وقت زیر تعمیر ہیں، سوسائٹی کا یہ شعبہ جس علاقہ میں مسجد کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں پر عالیشان مسجد تعمیر کراتا ہے، اور مسجد کے لوازمات وضوخانہ، لیٹرنگ، باتھ روم، اور اس کی جملہ ضروریات کا بندوبست کرتا ہے، اس شعبہ کی کارکردگی سے علاقہ میں سوسائٹی کا نام اور اس کے ذمہ داروں کا نام زبان زد عام ہے، نیز مولانا نے اپنے ادارے کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ انہوں نے اپنی سوسائٹی کے تحت بہت سے رفاہی کام بھی انجام دئے ہیں، اور وہ برابر مزید کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اس شعبہ کے تحت انہوں نے اب تک مختلف مقامات پر ۳/ بڑے بڑے اسلامی مراکز قائم کئے ہیں، ۲/ مراکز زیر تعمیر ہیں، اور چار مدرسے تعمیر کئے جن میں قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا معقول نظم ہے، ۷/ دوکانیں بھی بنوائی ہیں تاکہ ان کی آمد کے ذریعہ سے دوسرے رفاہی کام انجام دئے جاسکیں، اور جن علاقوں میں پانی کی کمی ہے، وہاں پر پانی کا بندوبست بھی کیا ہے، اور ٹیوب ویل یا ہینڈ پمپ لگوائے ہیں، مولانا نے بتلایا کہ اسی شعبہ سے رمضان میں ضرورت کی جگہوں پر اور سوسائٹی کی تعمیر شدہ مساجد میں افطاری کا نظم بھی کیا جاتا ہے، جس سے ہزاروں روزہ دار لطف اندوز ہوتے ہیں، اور دعائیں دیتے ہیں، نیز عید کے موقع پر غرباء ومساکین کو عیدی بھی جاتی ہے، اور فقراء کی مدد کی جاتی ہے اور غریب مسلمان جو بیمار ہوں ان کا علاج بھی کرایا جاتا ہے، غریب اور محتاج لوگوں کے مکانات بھی تعمیر کرائے جاتے ہیں، بعض مکانات کا مشاہدہ بھی مولانا نے کرایا ہے، اور بتلایا کہ اس طرح اب تک سوسائٹی اس شعبہ کے تحت ۵/ مکانات تعمیر کرا چکی ہے، ایک مکان زیر تعمیر ہے، نیز عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بندوبست کیا

جاتا ہے، اور غرباء میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، اور بعض مساجد کے لوازمات اور مدارس کی ضروریات میں بھی تعاون کیا جاتا ہے، اب تک اس شعبہ سے ۹/ایسے پروجیکٹ پورے کرائے گئے ہیں، جو تشنہ تکمیل تھے، ایک جگہ کام چل رہا ہے، غرضیکہ مولانا نے اپنے ادارے کے جملہ پروگراموں پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ان کی کارکردگی کی بنا پر لوگوں کو اطمینان ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ یا تو ٹونک میں نوابوں کے زمانے میں کام ہوا ہے یا اب آپ کے زمانے میں ہو رہا ہے، والأمر بيد الله۔

جامعہ ہدایت جے پور

ٹونک میں مولانا عامر صاحب اور ان کی سوسائٹی کی تمام سرگرمیاں دیکھ کر فارغ ہوگئے، چونکہ رات کو گیارہ بجے جے پور سے بذریعہ ٹرین ہماری واپسی کا ٹکٹ تھا، اس لیے ہم نے خیال کیا کہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم لوگ مولانا حکیم اسحاق صاحب کے ساتھ جامعہ ہدایت جے پور تک چلے جائیں اور رات کو وہاں سے سوار ہو جائیں گے، حکیم اسحاق صاحب اصرار کرتے رہے کہ ہمارے ساتھ الور چلیں، مگر چونکہ ٹکٹ جے پور سے بنا ہوا تھا، اس لیے ان سے کہا کہ آئندہ انشاء اللہ مستقل پروگرام بنا کر آئیں گے، چنانچہ ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں سوار ہو کر جامعہ ہدایت جے پور پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ابھی تو چھٹی چل رہی ہے، اور جامعہ میں کوئی تھا بھی نہیں، اس لیے ہم لوگ سیدھے مسجد پہنچے اور نماز ظہر ادا کی، وہاں مسجد کی حالت کو دیکھ کر ایک گونہ حیرت ہوئی، اس لیے کہ مسجد پر ٹین شیڈ پڑا ہوا تھا، اور مسجد قابل رحم تھی، میرے ذہن میں جامعہ کی شہرت کی وجہ سے ایک اچھا اور عظیم تصور تھا، مگر وہاں صرف بڑی بڑی دو عمارتیں دیکھیں اور یہ قابل رحم مسجد دیکھی، مولانا اسحاق صاحب سے راقم سوال کر رہا تھا کہ مسجد کی ایسی حالت کیوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو یہاں کے ذمہ دار ہیں وہ تو دوسری جگہوں پر مساجد تعمیر کراتے

ہیں، یہاں پر حکومت کی طرف سے تعمیر پر ممانعت ہے، تب بات سمجھ میں آئی، مگر مجھے تلاش تھی کہ جامعہ کے بارے میں کوئی تفصیلی معلومات حاصل ہو جائے، مولانا اسحاق صاحب نے کہا کہ ہمارے جاننے والے ایک مولانا حفظ الرحمٰن ندوی یہاں استاذ ہیں، اگر وہ موجود ہوئے تو سب بتلا سکتے ہیں، چنانچہ معلوم ہوا کہ مولانا صاحب گھر پر ہیں، جب ان کے گھر پہنچے تو ان کا گھر بھی اساتذہ کے لیے بنے ایک کیمپس میں ہے، دیکھنے میں تو وہ کیمپس بھی قابل رحم ہی معلوم ہو رہا تھا، خیر مولانا حفظ الرحمٰن کے گھر گئے، انہوں نے چائے وغیرہ سے ضیافت کی۔

جامعہ ہدایت جے پور کی زمین کا کل رقبہ ۳۰۰/ایکڑ ہے

راقم نے کہا کہ جامعہ کے سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنی ہے، انہوں نے بتلایا کہ اس کے بانی تو شاہ عبدالرحیم مجددی تھے، اب امیر الجامعہ مولانا فضل الرحیم مجددی ہیں، جو شاہ صاحب کے لڑکے ہیں، اور نائب امیر الجامعہ مولانا ضیاء الرحیم ہیں، انہوں نے اندازاً بتلایا کہ شاید اس کا قیام ۱۹۷۵ء میں ہوا، اس کی زمین کا کل رقبہ ۳۰۰/ایکڑ کے قریب ہے، تقریباً ۵۲۵/طلبہ پڑھتے ہیں، عالمیت تک تعلیم ہوتی ہے، نصاب ملتا جلتا ہے، انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے، ہم نے ان کو بے وقت اٹھایا چونکہ وہ سو رہے تھے، یا سونے کی بالکل تیاری میں تھے، اور اسی روز اپنے وطن سے آئے تھے، اس لیے زیادہ نشاط میں نہیں تھے، مگر مولانا اسحاق کے طفیل ان سے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہوگئی۔

راقم نے اپنا رسالہ ''نقوش اسلام'' اور بعض کتابیں ان کو پیش کی، انہوں نے اپنی ایک کتاب ''اسلام اور تمباکو'' دکھائی، میں نے عرض کیا کہ میں نے خود اس موضوع پر ایک کتاب عربی میں ''التدخين بين الشرع والطب'' لکھی ہے، اس لیے ان سے یہ کتاب یہ کہتے ہوئے لے لی کہ میں اس سے استفادہ کروں گا، مگر معلوم ہوا کہ مولانا بہت قابل شخص ہیں، اور مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہیں، خیر اب وہاں سے یہ خیال کرتے ہوئے چلے کہ

اسٹیشن کے پاس کوئی مسجد ہوگی، وہاں جا کر ٹھہر جائیں گے، اور ٹرین کے وقت پر اسٹیشن پہنچ جائیں گے، مولانا اسحاق صاحب نے ہمیں روڈ پر چھوڑ دیا، اور ہم لوگ دعا وسلام کر کے رخصت ہوگئے، ہمیں اسٹیشن تک کی تو براہ راست سواری نہیں ملی، بلکہ بڑی چوپڑ تک بس مل گئی، بس والے نے بتلایا کہ وہاں سے اسٹیشن کی مل جائے گی، اس لیے ہم لوگ بڑی چوپڑ جو ایک بڑا چوراہا ہے وہاں اتر گئے۔

جامع مسجد جے پور میں

ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی، اس لیے اس خیال سے کہ کوئی پاس میں ہوٹل ہوگا، کھانا کھالیں گے، ہوٹل کی تلاش میں جوہری بازار کی طرف چلدئے، کچھ دور چل کر ایک نوجوان نے ہمیں دیکھا، اس نے سوچا کہ شاید ان کو مسجد کی تلاش ہے، اس نے کہا کہ یہ سامنے جامع مسجد ہے، ہم نے سوچا کہ پہلے نماز عصر پڑھ لیں، پھر کھانا کھالیں گے، ہم مسجد پہنچے، جماعت ہوچکی تھی، میرے خیال میں آیا کہ امام صاحب سے دعاء وسلام کرلیں شاید کوئی بات بن جائے، کیونکہ مسافر کو ٹھکانے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے ہم نے امام صاحب سے سلام ومصافحہ کیا اور نماز پڑھی، نماز کے بعد امام صاحب کے کمرے میں گئے، اور ان سے اپنا تعارف کرایا کہ ہم کون ہیں، کہاں کے ہیں، کہاں گئے تھے، ہم نے بتلایا کہ ٹونک گئے تھے، آج وہاں سے آئے ہیں، آج رات کو ہماری ٹرین ہے، امام صاحب کا نام مولانا مفتی سید امجد علی ہے، امام صاحب نے بتلایا کہ وہ خود ٹونک کے ہیں، راقم نے ان کو نقوش اسلام اور بعض اپنی کتابیں دیں اور کارڈ بھی دیا، خیر مولانا نے چائے منگائی، مولانا نے بتلایا کہ وہ پندرہ سال سے اس مسجد میں امام ہیں، انہوں نے بتلایا کہ اس مسجد کو سوسال سے زائد ہوگئے، اب تک اس کی امامت صحیح العقیدہ لوگ ہی کرتے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ یہ مسجد جے پور کی ایک خاتون روشن بیگم نے بنوائی تھی، جس کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اور یہ مسجد جوہری بازار میں شہر کے وسط میں واقع ہے،

مفتی امجد صاحب نے اپنے استاذ مولانا محفوظ صاحب کے واسطے سے بتایا کہ ان کے استاذ مولانا نور اللہ صاحب سہارنپور کے تھے، انہوں نے اس کے لیے بہت قربانی اور محنت کی ہے، مسجد کے وسائل نہیں تھے، تو وہ چائے کی پتی بیچتے تھے اور ایک بینر بنا کر لگوا رکھا تھا کہ ''امام جامع مسجد سے چائے پتی خریدکر ان کا تعاون کیا جائے'' کئی سال کی ان کی تنخواہ رکی ہوئی تھی، جب مسجد میں وسعت ہوئی تو ان کے گھر بھیجی گئی۔

جے پور کے عجائبات

امام صاحب نے اندازے سے بتایا کہ تقریباً تین سوسال پہلے جے پور کو راجہ جے سنگھ نے آباد کیا تھا، اور اس کی بیٹی جودھا بائی سے اکبر بادشاہ نے شادی کی تھی، امام صاحب نے جے پور کی کئی پرانی عمارتیں، یادگار بتلائیں کہ عامر کا قلعہ اور جے گرو کا قلعہ، ہوا محل وغیرہ پرانی یادگاریں ہیں، اور بتلایا کہ جنتر منتر میں دھوپ کی گھڑیاں بھی ہیں، جو دھوپ سے چلتی ہیں، جے پور کے بارے میں مزید امام صاحب نے بتلایا کہ یہاں پر ۲۵ رفیصد مسلمان ہیں، جن کی تعداد دس بارہ لاکھ کے قریب ہے، پورے شہر میں ۳۰۰ رمساجد ہیں، ایک مدرسہ مرکز میں ''مدرسہ فیض التبلیغ'' کے نام سے چل رہا ہے، جس میں حفظ قرآن پاک اور عربی کی ابتداء سے درجہ پنجم تک تعلیم ہوتی ہے، اس طرح انہوں نے بہت سی چیزیں بتلائیں، اور مغرب کا وقت ہوگیا، مغرب کے بعد انہوں نے خادم مسجد کو مسجد دکھلانے کے لیے کہا، ماشاء اللہ مسجد میں ایک تہہ خانہ اور اوپر چار منزلہ عمارت ہے، بہر حال ان کو کسی تقریب میں جانا تھا، اس لیے وہ سلام کر کے روانہ ہوئے اور کہا کہ معاف کرنا مجھے کسی تقریب میں جانا ہے، پھر ہم نے ہوٹل پر جا کر کھانا کھایا، اور احمد آباد میل سے سوار ہوکر بعافیت ۱۴ر دسمبر کی صبح گھر پہنچ گئے اور بفضلہ تعالی یہ سفر بعافیت تمام ہوا۔

رائے بریلی، الہ آباد اور لکھنؤ کا یادگار سفر

تکیہ کلاں میں

۴؍شوال ۱۴۳۱ھ بروز منگل سہارنپور سے نوچندی میں سوار ہوکر ۵؍شوال کی صبح رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی خدمت میں حاضری ہوئی، دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی شہر کے قریب سئی ندی کے کنارے پرسادات کرام کی ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو حضرت شاہ علم اللہ صاحب نے اورنگ زیبؒ کے زمانہ میں آباد کی تھی، اسی خاندان کے ایک فرد امام المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد ہوئے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، اس مبارک بستی میں راقم کی حاضری کا معمول یا تو رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے یا پھر شوال کے شروع میں، امسال عید کے بعد حاضری ہوئی، جس وقت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے دعا و سلام کے بعد ارشاد فرمایا کہ آج لکھنؤ میں پروفیسر وصی احمد صدیقی کا انتقال ہوگیا ہے، جو ندوۃ العلماء کے معتمد مال تھے، اس لئے ان کے جنازے میں شرکت کے لیے لکھنؤ جارہے ہیں۔

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ سے اپنی کتابوں پر تقریظ لکھوانا

راقم نے وہیں رکنے کا ارادہ کیا، اس لیے کہ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی سے اپنی ایک

کتاب ''افکار دل'' جو خطبات کا مجموعہ ہے، اس پر تقریظ لکھوانی تھی، نیز دوسری کتاب تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' جو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کے حکم سے راقم لکھ رہا ہے، اس کا افتتاح مولانا موصوف سے کرانا تھا، اس لیے وہیں ٹھہر گیا، مولانا سے بعض دوسرے اہم امور پر بھی گفتگو ہوئی، ظہر کی نماز سے قبل دونوں کتابوں کے لیے مولانا نے اپنی بیش بہا تحریر عنایت فرمائی، ''افکار دل'' کے لیے یہ تحریر لکھی۔

افکارِ دل پر مولانا عبداللہ حسنی ندوی کی تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا یہ دور فتنوں کا ہے، حدیثوں میں اس کی پیشن گوئیاں بہت ہیں، جن کا ظہور جا بجا ہورہا ہے، سمجھنے والے سمجھ رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے محفوظ ہیں، اور مبتلا ہونے والے مبتلا ہوتے جارہے ہیں، خاص طور سے ہمارا نوجوان طبقہ جس کے اندر سطحیت اور انفعالیت بہت بڑھی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس کا شکار زیادہ ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

خوشی کی بات ہے کہ ان کو فتنوں سے بچانے اور فکری بے راہ روی سے محفوظ رکھنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں، ان میں ہمارے نوجوان فاضل، صاحب قلم، عزیز گرامی مولوی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بھی ہیں، جنھوں نے نوجوانوں کی مجلسیں سجا کر ان کو مختلف موضوعات پر تحریر و تقریر کے ذریعہ حقیقت آشنا بنانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحیح رہنمائی فرمائے اور صحیح رہنمائی کرنے کی توفیق دے، ان کی مختلف تقریروں کا یہ مجموعہ ''افکار دل'' جو اشاعت پذیر ہونے جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام کرے اور قبول فرمائے اور مزید توفیق سے نوازے۔

۵رشوال ۱۴۳۱ھ عبداللہ حسنی ندوی
۱۵رستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دوسری کتاب تذکرہ ''حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ'' کا افتتاح مندرجہ ذیل تحریر سے کیا:

تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا افتتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ الطاہرین وصحبہ الغرالمیامین وعلی من تبعھم باحسان إلی یوم الدین:

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان اس آخری دور والوں پر یہ ہے کہ اس مالک ومختار نے ان کو ایسی کتاب عطا فرمائی، جو آج تک بھی اپنی نورافشانی اور ضیاء پاشی کے ساتھ موجود ہے، اور دوسری طرف اس کے حامل اشخاص کا تسلسل قائم ہے، جس کی وجہ سے یہ آخری دین اپنی پوری توانائی اور قوت کے ساتھ باقی اور نسل انسانی کی رہنمائی کے لیے کامل پیغام اور مکمل نمونہ رکھتا ہے۔

ان برگزیدہ ہستیوں میں مغربی یوپی کی معروف ومشہور شخصیت جن کی روحانیت وبزرگی، للّٰہیت واخلاص اور بے نفسی وتواضع تمام بزرگوں میں معروف ومسلم رہی ہے، اور جن کے فیض سے بڑے بڑے بزرگ مستفید ہوئے جن کا نام نامی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ہے، اب جب کہ یہ حضرات دنیا میں نہیں ہیں، ان کے فیض کو عام کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ ان کے سوانح اور حالات زندگی قلمبند کئے جائے، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب حضرت شاہ صاحب کی مستقل سوانح لکھی جارہی ہے تاکہ اس میخانہ سے وہ حضرات بھی جرعہ نوشی کرسکیں جو براہ راست استفادہ سے محروم رہے ہیں، اللہ

تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت مولانا قمرالزماں صاحبؒ الہ آبادی کی خدمت میں

پھر شام کو سوچا کہ الہ آباد حضرت مولانا قمرالزماں صاحب کی خدمت میں حاضری دی جائے، ان سے طالب علمی کے زمانہ میں کئی مرتبہ ملاقات ہوئی تھی، اس وقت انہوں نے راقم کی کتاب ''حیات عبدالرشید'' سے حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے متعلق حالات اور ملفوظات کا اقتباس اپنی کتاب ''اقوال سلف'' جلد ۶ رمیں نقل کیا تھا، نیز حضرت مولانا کے لڑکے مولوی عبیداللہ ندوی سے زمانہ طالب علمی سے تعلق تھا، اس زمانہ میں حضرت مولانا کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے الہ آباد جانا بھی ہوا تھا، چنانچہ شام کی گاڑی سے الہ آباد پہنچنا ہوا، تقریباً رات کے گیارہ بجے حضرت کے دولت خانہ پر حاضری ہوئی، حضرت سراپا انتظار تھے، ملاقات کے بعد کھانے سے فراغت ہوئی اور باتیں ہوئیں، پھر ان کی خانقاہ میں آرام کیا۔

الہ آباد مشرقی یوپی کا ایک پرانا شہر ہے، جہاں گنگا جمنا کا سنگم ہے، اس علاقے اور آبادی کا مسلمان ہونا تو نام سے واضح ہے، مگر گنگا جمنا کے سنگم کی وجہ سے ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی مقام کی حیثیت رکھتا ہے، مزید یہ کہ ہائی کورٹ بھی الہ آباد ہی میں ہے، صبح کو دس بجے کے قریب پھر حضرت کے دولت خانے پر حاضری ہوئی، حضرت مولانا کے ساتھ ان کے ایک اہل تعلق کے یہاں ناشتہ کے لیے گئے، ناشتہ کے بعد وہاں پر اقبال انجینئر صاحب کا خیال آیا جو حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کے خلیفہ ہیں، ان کو فون کردیا، انہوں نے کہا کہ ظہر میں ملاقات ہوگی، انشاءاللہ۔

چنانچہ پھر حضرت کے ساتھ خانقاہ آگئے، وہاں حضرت گفتگو فرماتے رہے، ہمارا رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' حضرت کو پہنچتا ہے، اس لیے حضرت نے اپنی ڈائری کھول کر دکھائی

کہ دیکھئے میں نے اس میں ''نقوش اسلام'' سے فلاں حدیث نقل کی ہے اور حوالہ بھی درج ہے، چونکہ ہماری طالب علمی کے زمانہ کے بعد تقریباً یہ پہلی ملاقات تھی، اس لئے ان کو یاد بھی نہ رہا تھا، پھر یاد دلانے سے یاد آیا، اسی وقت جب ان کے بیٹے عبید اللہ کتب خانہ دکھلا رہے تھے، میں نے غنیمت سمجھا، اور اقوال سلف کی چھٹی جلد حضرت مولانا کو دکھلائی جس کے صفحہ ۲۱۴ر پر ہماری کتاب ''حیات عبدالرشید'' سے اقتباس نقل کیا گیا تھا، پھر ان کو یاد آ گیا، اور مزید اعتماد ہوا، اور عرض کیا کہ آپ جس بزرگ یا شخصیت کو مناسب سمجھیں اقوال سلف کے لیے ان کے حالات لکھ کر دیں، تاکہ اس سلسلہ کو پورا کیا جا سکے، چنانچہ راقم نے بتلایا کہ فلاں فلاں پر اضافہ ہونا چاہئے، تو انہوں نے تائید کی، پھر راقم نے اپنی کتاب ''افکار دل'' کے لیے مناسب سمجھا کہ حضرت مولانا سے دعائیہ کلمات ضرور لکھوالوں، وہ حضرت کو پیش کی، حضرت نے عرض کیا کہ میں دیکھ کر اطمینان سے لکھوں گا، اس کے بعد اقبال انجینئر صاحب آ گئے، ان سے گفتگو ہوئی وہ پیر سے معذور ہو رہے تھے، بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، ضعف زیادہ تھا، مگر وہ سراپا شوق ملاقات کے لیے حاضر ہو گئے، کچھ دیر ملاقات رہی، وہ اپنے گھر لے جانے کے لیے اور کھانے کے لئے کہہ رہے تھے، مگر وقت تھوڑا تھا، اگرچہ الہ آباد کے پہلے سفر میں جو دس بارہ سال پہلے ہوا تھا، اس میں اقبال صاحب کے یہاں ایک شب قیام ہوا تھا، نقوش اسلام چونکہ انجینئر صاحب کو پہنچتا ہے، اس لیے انہوں نے اس کے لیے ایک ہزار روپئے عنایت بھی فرمائے، گذشتہ سال بھی انہوں نے اس کے لیے ایک رقم بھیجی تھی، خیر وہ نماز بعد رخصت ہو کر چلے گئے، اس کے بعد حضرت مولانا کے بیٹے عبید اللہ اپنے دوسرے مدرسوں میں لے گئے، ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا مدرسہ ہو، بڑی عمارت ہو، زیادہ بچے ہوں، مولانا کے خانقاہ کے مدرسہ کے علاوہ دو مدرسے دیکھے، عمارت کے اعتبار سے تو زیادہ نہیں تھے، نہ جگہ کے اعتبار سے، مگر کام کے اعتبار سے ممتاز اور بڑے تھے، اس پر خیال ہوا، اصل کام ہے، زیادہ لمبی

چوڑی عمارت، لمبا جھمیلا اصل نہیں ہے، اس کے بعد حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کی خانقاہ دیکھی، پھر حضرت مولانا کے بڑے بیٹے مولانا محبوب الرحمٰن ندوی سے ملاقات ہوئی، تین کے قریب بج چکے تھے، شاید حضرت مولانا کے گھر پر دوپہر کا کھانے کا معمول نہیں، یا پھر چونکہ اس روز ناشتہ بھی ۱۱ر بجے کیا تھا، ناکارہ کو بھوک لگ گئی، چونکہ حضرت کے بیٹے سے بے تکلفی تھی، اس لیے کہا کہ بھائی کھانا کھانا ہے، چنانچہ انہوں نے کھانے کا نظم کیا، اور حضرت مولانا کے ساتھ کھانا کھایا اور عصر کی نماز پڑھی، عصر پڑھنے کے بعد حضرت مولانا اور ان کے بیٹے مولوی عبید اللہ صاحب اسٹیشن پر چھوڑنے کے لیے خود تشریف لائے، اس کے بعد کتاب کے لیے جو تحریر لکھ کر بھیجی وہ یہ ہے:

افکار دل پر حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کی تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ عزیزم مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی کی متعدد تصانیف منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، جو پسند کی جا رہی ہیں، میں نے ان کی بعض کتب سے استفادہ کیا ہے، اور اقوال سلف میں کچھ نقل بھی کیا ہے۔

اب یہ مجموعہ خطبات سامنے ہے، اس کو سرسری طور سے بالاستیعاب دیکھا، ماشاء اللہ نہایت مفید مضامین کو جمع کر دیا ہے، اور وعظ کی جو شان ہے کہ امت کے اندر جو خامیاں، کوتاہیاں ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور کتاب وسنت سے ان کے اصلاح کی طرف رہنمائی کی جائے، وہ اس مجموعہ (افکار دل) میں الحمد للہ مذکور ہے، مثلاً عقائد کی اصلاح، اخلاق کی تربیت، نفوس کا تزکیہ اور صحبت صالحین کی ضرورت، اس طرح ذکر اللہ کی اہمیت وغیرہ پر شافی کلام موجود ہے، جن کی امت کو احتیاج ہے، فجزاہم اللہ۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ مولانا سلمہ سے مزید اس قسم کا اصلاحی کام لے، اور قبول فرمائے

اورامت کواس کی قدراوراس پرعمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

۱۲رشوال ۱۴۳۱ھ　　　　محمد قمرالزماں الہ آبادی

دارالمعارف الاسلامیہ،الہ آباد

لکھنؤ میں حاضری

اسی روزنوچندی سے سوار ہوکرلکھنؤ پہنچا، چونکہ ندوہ پہنچتے پہنچتے بارہ بج گئے تھے،رات کومہمان خانہ میں قیام کر کے صبح مرشدی حضرت مولانا سیدمحمد رابع صاحب سے ملاقات ہوئی ،اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت مولانا کواس روزبھی ناشتہ کے بعدکسی جگہ پروگرام میں جانا تھا،اوروہاں سے واپسی پررائے بریلی، چنانچہ حضرت نے افسوس کا اظہار کیا کہ آپ سے تفصیلی ملاقات نہ ہوسکی ، پھرخود ہی اس کا اظہار کیا کہ چلواس کی تلافی ہوگئی،آپ الہ آباد ہوآئے ،اورمولانا سے ملاقات ہوگئی ، پھرجمعہ بعدحضرت مہتمم صاحب مولانا سعیدالرحمٰن صاحب سے مختصر ملاقات اور دعا وسلام ہوا،عصر کے بعدمولانا برہان الدین سنبھلی سے ملاقات ہوئی اورانہوں نے اپنی معذوری کے باوجود چائے وغیرہ کی ضیافت کی ،چونکہ جاتے وقت ٹرین میں ہمارے ایک دوست مولانا سیدرضی ندوی سے دس گیارہ سال بعد ملاقات ہوئی تھی ، اس لئے انہوں نے اصرار کیا تھا کہ ضرورتشریف لائیں، وہ خودمولانا سیدسلمان حسینی ندوی کے عزیزی بھی ہیں ،اوران کے ''گرلس کالج'' کے انچارج بھی ، اس لیے ان کوفون سے اطلاع دی، وہ اسکوٹر لے کرمغرب بعدندوہ پہنچے اوراپنے گرلس کالج لے گئے، جودوبگہ میں واقع ہے، وہیں دوسری منزل پران کی قیام گاہ ہے، وہ فیملی کے ساتھ رہتے ہیں،ان کے ساتھ کھانا کھایا۔

لکھنؤ نوابوں کا شہر رہاہے اور یہاں کی ثقافت اورتہذیب مشہوررہی ہے،اردوزبان یہاں کے ایک دبستاں کی حیثیت رکھتی تھی چونکہ اردوزبان کے دودبستان سمجھے جاتے

ہیں، ایک دبستان دہلی اور دوسرا دبستان لکھنؤ ، یہاں کی سرزمین سے بہت سے شعراء، ادباء،اہل قلم گذرے ہیں، درس نظامی کے بانی ملانظام الدین خودلکھنؤ کے تھے،اس وقت دنیا کی مشہورعظیم دینی درسگاہ ندوۃ العلماء بھی لکھنؤ ہی میں واقع ہے،سیاسی اعتبارسے لکھنؤ خوداترپردیش صوبہ کی راجدھانی ہے،غرضیکہ شام تک یہاں رہ کراسی رات کونوچندی سے سوارہوکراگلے دن گھرپہنچے۔

❁❁❁❁❁

دہلی اور میوات کا ایک یادگار سفر

حافظ ایوب صاحب کاڑوا کی طرف سے دعوت

۶؍مارچ ۲۰۱۱ء بروز اتوار جنوبی افریقہ کے ایک معزز مہمان جناب حافظ محمد ایوب صاحب کاڑوا سے ملاقات کے لیے ’’مدرسہ تجوید القرآن‘‘ آزاد مارکیٹ دہلی میں جانا ہوا، حضرت حافظ صاحب کے کہنے کے مطابق جناب مولانا محمود حسن صاحب ناظم مدرسہ نے ان تمام ذمہ داران مدارس کو مدعو کیا تھا جن کا حضرت حافظ صاحب سے تعلق ہے اور حافظ صاحب ان کا تعاون کرتے ہیں، چونکہ وہ بہت تھوڑے وقت کے لیے دہلی آئے تھے، اس لیے آس پاس کے اضلاع کے علماء وذمہ داران مدارس کو ایک وقت میں ملاقات کے لیے دعوت دی گئی تھی۔

حافظ صاحب سے ملاقات اور ان کی طویل مجلس

چنانچہ نامہ سیاہ اپنے ایک عزیز شاگرد مولوی سید محمد فاروق ندوی کو ساتھ لے کر دہلی پہنچا، مغرب بعد مدرسہ تجوید القرآن میں پہنچے، وہاں مدرسہ کے ایک ہال میں سینکڑوں علماء کا مجمع تھا، حضرت حافظ صاحب گفتگو فرما رہے تھے اور اپنے تجربات کی روشنی میں واقعات سنا رہے تھے، جو لوگ پہلے سے بیٹھے تھے اور جانا چاہ رہے تھے، وہ جا رہے تھے اور آنے والے دور دراز سے سفر کر کے حاضر ہو رہے تھے، دیر تک سلسلہ چلتا رہا، اس کے بعد کھانا کھایا اور پھر نماز عشاء ادا کی، نماز سے فراغت کے بعد پھر مجلس کا سلسلہ جاری رہا، رات کے ایک ڈیڑھ بجے تک اجتماعی طور پر باتیں ہوتی رہیں، پھر انفرادی طور پر جن سے حافظ

صاحب کو خاص بات کرنی تھی، ان سے ملاقات کرتے رہے، اکثر لوگ تو لیٹ چکے تھے، مگر حافظ صاحب بعض حضرات کے ساتھ ۴؍بجے تک مشغول رہے، فجر کی نماز بعد جب کہ وہ رخصتی کا مصافحہ کرنا چاہتے تھے، پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گئے۔

حافظ صاحب کی بعض خصوصیات

حضرت حافظ صاحب نسلاً گجراتی ہیں، مگر خود ان کی پیدائش جنوبی افریقہ کی ہے، انہوں نے گجرات میں تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عالمیت کے خصوصی کورس کا کچھ حصہ تین سال پڑھا، اصلاً ان کا پیشہ تجارت ہے، مگر ان کو مدارس اور اہل مدارس سے خاص دلچسپی بلکہ شغف ہے، وہ تقریباً ۹۰؍سے زیادہ مدارس کا تعاون کرتے ہیں اور جس آدمی سے جو وعدہ کر لیتے ہیں، اس کو اپنے ذمہ لازم سمجھ لیتے ہیں، پھر اس کو نبھاتے ہیں، ورنہ تو بعض اچھے اچھے دیندار، جماعتی تجار کو دیکھا ہے کہ جب سامنے آدمی ہوتا ہے، وعدہ کر لیتے ہیں، بعد میں جب ان کو وعدہ یاد دلایا جاتا ہے تو اس کو برا سمجھتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ تمہارا کچھ قرض بیٹھے؟ لیکن حضرت حافظ صاحب اس معاملے میں اپنی مثال آپ ہیں، خود اہل مدارس سے انکی ضرورتیں پوچھتے رہتے ہیں پھر جس سے کسی بات کا اقرار کر لیا تو اپنی زبان کا پورا پاس ولحاظ کر کے اس کو نبھاتے ہیں، خلاف شرع بات اور غیر اسلامی وضع قطع کو ذرا بھی برداشت نہیں کرتے، یہاں تک کہ کسی کے موبائل میں موسیقی والی گھنٹی بھی پسند نہیں کرتے اور اپنے سامنے بدلواتے ہیں، اپنے شہر میں آنے والے علماء اور سفراء کو کھانا کھلانا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں، اور اس کا اہتمام سے التزام کرتے ہیں، غرضیکہ بعض خصوصیات میں حافظ صاحب صرف تجار ہی میں نہیں بلکہ علماء میں بھی ممتاز ہیں، اس وقت ان کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی سے ہے، ان کو کشمیر جانا تھا، اس لیے تقریباً ۸؍بجے وہ ایئرپورٹ کے

لیے نکل گئے۔

مدرسہ تجوید القرآن دہلی

مدرسہ تجوید القرآن، قرآن کریم کی خدمت میں مشہور ہے، اس کے بانی جناب حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب جو حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی کے شاگردوں میں سے تھے، انہوں نے ۱۹۴۶ء میں یہ مدرسہ قائم کیا، قرآن کریم کی طرف خاص توجہ دی، جس کی بنا پر لوگوں کا خوب رجوع ہوا، اور بیرون ہند کے مخیّرین اور تجار کی خاص عنایت وتوجہ بلکہ ان کے قیام کا خاص مرکز بن گیا، چنانچہ وہاں ان کے معیار کے مطابق تمام تر سہولیات بھی مہیا کی گئیں اور بہترین شاندار مہمان خانہ بنایا گیا، اس لیے عام طور پر وہاں بیرونی مہمان ٹھہرنا پسند کرتے ہیں، اس وقت تقریباً ۳۲۵ر طلبہ زیر تعلیم ہیں اور ۱۴ر اساتذہ تدریسی خدمات میں مشغول ہیں، اور مدرسہ کی جدید عمارت پانچ منزلہ ہے، جب کہ گراؤنڈ فلور بھی ہے، اس وقت بانی مدرسہ کے خلف الصدق جناب مولانا محمود حسن صاحب مدرسہ کے ناظم ہیں۔

مدرسہ قاسم العلوم سرائے روھیلہ میں

راقم نے یہاں سے فراغت کے بعد دہلی کے بعض مخیرین سے ملنے کا بھی پروگرام بنایا تھا، تاکہ اپنے مدرسہ کا فائدہ ہو جائے، اس کام میں معاونت کے لئے جناب مولانا مفتی ظہور الدین قاسمی ناظم مدرسہ قاسم العلوم سرائے روہیلہ دہلی کو منتخب کیا تھا، جن سے کئی سالوں سے ایک ہمدردانہ اور مخلصانہ دوستی ہے، وہ خود صبح کو یہاں موجود تھے، اس لیے ان کی معیت میں پہلے تو ان کے مدرسہ قاسم العلوم سرائے روہیلہ میں گئے، وہاں ناشتہ وغیرہ کرکے تقریباً ۱۱ر بجے کے بعد بذریعہ میٹرو ٹرین چاندنی چوک کے علاقہ میں پہنچے اور

چوری بازار، مینا بازار، جامع مسجد میں تقریباً ایک درجن تجار حضرات سے ملاقات کی اور تعارف ہوا، پھر وہیں ہوٹل پر کھانے سے فراغت کے بعد عصر کے وقت قیام گاہ پر مفتی صاحب کے مدرسہ میں پہنچے، یہ مدرسہ مفتی صاحب نے یکم اگست ۱۹۸۳ء میں قائم کیا تھا، اس وقت اس میں دوسو طلبہ پڑھتے ہیں، ۱۸ر اساتذہ خدمت میں مشغول ہیں، حفظ وناظرہ قرآن کریم کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق عربی سوم تک تعلیم ہو رہی ہے، یہ مدرسہ ندوۃ العلماء کی شاخ ہے، مدرسہ کی تین چار منزلہ عمارت ہے۔

المرکز الاسلامی للدعوۃ والتعلیم ڈھاک پوری میں

اگلے دن ۸ر مارچ کو مفتی صاحب نے اپنے وطن ڈھاک پوری میوات ضلع الور راجستھان لے جانے کا پروگرام بنایا تھا، جہاں پر انہوں نے ایک دینی مرکز ''المرکز الاسلامی للدعوۃ والتعلیم'' بھی قائم کیا ہے، جو فی الحال مکتب کی شکل میں ان کے گھر پر چل رہا ہے، اور اس کے لیے ۲ر بیگہ پختہ زمین بھی خرید لی ہے، جہاں پر لڑکے اور لڑکیوں کے لیے مدرسہ کی تعمیر کا منصوبہ ہے، اس وقت چہار دیواری کی تعمیر ہو رہی تھی (اب ماشاء اللہ وہاں مدرسہ کی دو منزلہ عمارت تیار ہو چکی ہے) چنانچہ رات کو قیام کر کے صبح تقریباً ۹ر بجے بذریعہ کار دہلی سے سفر کر کے اس مدرسہ کی زیارت کے لیے چلے، ساتھ میں مفتی ظہور الدین صاحب قاسمی اور ان کے دو بیٹے مولوی محمد یوسف ندوی ومولوی محمد لقمان اور مفتی صاحب کے ایک مقتدی تسلیم بھائی اور راقم کے رفیق سفر مولوی سید محمد فاروق ندوی تھے، مدرسہ کی مجوزہ جگہ پر ۱۲ر بجے کے قریب پہنچے، جگہ ماشاء اللہ بہت کشادہ، بہت اچھی، جس کو تین طرف سے پہاڑی سلسلہ گھیرے ہوئے ہے، جو ایک اچھا منظر پیش کر رہا تھا، طبیعت بہت خوش ہوئی، جگہ کی پیمائش کی اور تعمیری پلان بنایا، کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور دعا کر کے مفتی صاحب کے گاؤں ڈھاک پوری پہنچے، جس جگہ ابھی مکتب چل رہا ہے، وہ جگہ

دیکھی، پھر کھانے سے فراغت کے بعد مکتب میں نماز ظہر ادا کی اور تھوڑی دیر ٹھہرے، گاؤں بالکل غیر ترقی یافتہ، بیک ورڈ اور پچھڑا ہوا ہے، جہالت کا عام ماحول ہے، جس کی وجہ سے لوگوں میں لڑنے جھگڑنے کا عام مزاج ہے، یہاں سے تقریباً ڈھائی بجے دہلی کے لیے روانہ ہوئے، یہ خیال کر کے کہ جلدی ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

موسی کا محل

مگر گاؤں سے نکلنے کے بعد بائیں طرف ایک اونچی پہاڑی پر ایک عمارت نظر آئی، استفسار پر معلوم ہوا کہ یہ کسی ہندو راجہ کا قلعہ تھا، دیکھنے کی خواہش ہوئی، اس لیے اس کو دیکھنے کا پروگرام بنایا، اور قصبہ تجارہ سے جو وہاں کی ریاست رہا ہے، ایک کچے راستہ سے قلعہ کے پاس پہنچے، یہ تجارہ تحصیل سے مشرق میں ۳ر کلومیٹر کی دوری پر ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے، چونکہ پہاڑ کی بلندی کافی ہے، اس لیے اس پر پہنچنے کے لیے پہاڑ کو ایک طرف سے تراش کر اس طرح راستہ بنایا ہے، جس طرح کسی بلند عمارت پر چڑھنے کے لیے موڑ والا زینہ بنایا جاتا ہے، چنانچہ کار کے ذریعہ بہت احتیاط سے اوپر پہنچے، یہاں کے لوگوں میں یہ موسی کے محل سے مشہور ہے، یہاں قلعہ کے سلسلہ میں معلومات کرنا چاہی اور اس کی حقیقت دریافت کرنا چاہی کہ یہ قلعہ کب اور کس نے بنایا تھا، اندازے سے لوگوں نے مختلف باتیں بتائیں، وہاں ۳ر عمارتیں تو بہت بڑی اور بلند معلوم ہوئیں، ایک زنانہ محل، دوسرا مردانہ محل اور تیسرا بنگلہ اور ایک لمبی قطار چھوٹے چھوٹے کمروں کی شاید گھوڑوں کے لیے اصطبل خانہ ہو، وہاں کچھ لوگ کام کر رہے تھے، ان سے معلومات کی تو انہوں نے بتلایا کہ تقریباً دوسو سال پرانا محل ہے، اور اس کو راجہ بلونت سنگھ نے بنوایا تھا، اور اب اس کو دہلی کے ایک سیٹھ امن نے حکومت سے لیز پر لے کر اس کو ہوٹل بنانے کا پروگرام بنایا ہے، جس کے لیے اس تعمیر کی تکمیل اور مرمت کا کام جاری ہے، فی الحال زنانہ محل

اور اس کے برابر میں نئی تعمیر اور کچھ کام بنگلہ میں ہو رہا ہے، جو گذشتہ دوسال سے چل رہا ہے، اور ابھی آئندہ ۲/۳ر سال صرف اسی کی تکمیل میں لگ جائیں گے، پھر مردانہ محل میں کام ہوگا۔

موسی کے بارے میں کچھ تحقیق

ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس تجارہ والوں نے بتلایا کہ دراصل موسی و مدی دو حقیقی بہنیں تھیں، ان کو جنگل سے اغوا کیا گیا تھا، مدی کو شمس الدین نواب فیروز پور نے رکھا، اور موسی کو بختاور سنگھ راجہ الور نے رکھا، موسی کے بطن سے بختاور سنگھ کے یہاں ایک لڑکا بلونت سنگھ پیدا ہوا، ہندوؤں کے یہاں یہ قانون ہے کہ اگر پتی (شوہر) مرجائے، تو باندی کا بیٹا وارث نہیں بنتا، اس لیے شمس الدین نے موسی کو بتلایا کہ اگر تیرا شوہر مرجائے تو اس کے ساتھ ستی ہوجانا تو تیرا بیٹا وارث بن جائے گا، چنانچہ بختاور سنگھ کے انتقال کے بعد موسی ستی ہوگئی، اور اس کا بیٹا بلونت سنگھ تحصیل تجارہ کا وارث بنا، اس نے یہ قلعہ بنوایا، مختلف لوگوں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس پہاڑی پر ایک مسجد اور ایک مزار تھا، بلونت سنگھ نے ان کو شہید کر کے یہ قلعہ تعمیر کرایا، دوران تعمیر بلونت سنگھ کو خواب آیا جس میں اس کو صاحب مزار نے کہا کہ تو گائے کو ذبح کر کے اس کا خون یہاں چھڑک دے اور اپنا محل تعمیر کرلے، مگر اس نے بیدار ہو کر خنزیر کو ذبح کر کے اس کا خون ڈالا، جس کی بنا پر وہ تباہ ہوگیا اور مرگیا، وہ پہاڑ سے گر کر مرا یا اس کو مار دیا گیا، ایک صاحب نے بتلایا کہ بلونت سنگھ کی بیوی نے کہا تھا کہ اتنا اونچا محل بناؤ کہ یہاں سے مجھے کوٹلہ کا ڈھر (جھیل) دیکھنا چاہئے، چونکہ یہ پہاڑ جس پر قلعہ ہے یہ راجستھان کی سرحد ہے، بیچ میں ایک پہاڑی سلسلہ حائل ہے، پھر ہریانہ ہے، وہاں وہ جھیل ہے، کیونکہ بیچ میں حائل پہاڑ بھی اونچا ہے، اس لیے اس سے اونچا محل بن کر ہی وہ جھیل دیکھ سکتی تھی، ایک صاحب نے بتلایا کہ اس کی بیوی نے کہا تھا

کہ بنگلہ سے شاہ چوکھا کا مزار دیکھنا چاہیے، چوکھا گاؤں تحصیل پنہانہ (ہریانہ) میں پہاڑ کی دوسری طرف پڑتا ہے، اس طرح کی باتیں سامنے آئیں، مگر صحیح کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

بانی قلعہ راجہ بلونت سنگھ

البتہ ایک کتاب ''ارژنگ تجارہ'' جس کو شیخ محمد مخدوم تھانوی تحصیلدار تجارہ نے ۱۲۹۰ھ میں لکھا ہے، اس میں ہے کہ ۱۵/صفر ۱۲۳۰ھ مطابق ۲۷/جنوری ۱۸۱۵ء بروز جمعہ کو مہاراجہ بختاورسنگھ کا انتقال ہوا، اور اس کی مدخولہ موسیٰ طوائف نے ستی ہوکر ساتھ دیا، جس کے بطن سے ایک لڑکی چاند بائی اور بلونت سنگھ پیدا ہوا، چاند بائی کان سنگھ ٹھاکر تتار پور سے بیاہی گئی، بلونت سنگھ اپنے باپ بختاورسنگھ کی حکومت کے وارث رہے، مگر ٹھاکروں نے بلونت سنگھ کی مسندنشینی کو ناجائز رکھ کر بختاورسنگھ کے برادرزادہ بنے سنگھ کو راجہ مقرر کرنا چاہا، مگر مسلمان ان سے متفق نہ ہوئے، اس لیے ایسی تدبیر اختیار کی کہ ماہ سدی تیج سمت ۱۸۷۱ (۱۸۱۵ء) کو دونوں مسند نشین ہوئے، جب دونوں راجہ حد بلوغ کو پہنچے تو شیروں کی طرح غرانے لگے، مثل مشہور ہے کہ ایک نیام میں دو تلوار نہیں سماسکتیں، بقول شیخ سعدی:

دہ درویش در گلیمی بہ خسپند
ودو بادشاہ در اقلیمی نگنجند

اور نزاع کا ایک سلسلہ چلتا رہا، آخرکار ماہ شعبان ۱۲۴۱ھ مطابق مارچ ۱۸۲۶ء میں بلونت سنگھ تجارہ میں رونق افروز ہوئے...... کچھ عرصہ بعد پہاڑ پر ایک قلعہ کی تجویز ہوئی، اس پہاڑی پر ایک مسجد قلندری اور کسی بزرگ کا ایک مزار تھا، ان کو منہدم کر کے ربیع سمت ۱۸۹۲ (۱۸۳۶ء) میں قلعہ کی تیاری کا مہورت عمل میں آیا، شب وروز قلعہ کی تیاری کی تاکید تھی، اور خود راجہ بھی اکثر قلعہ کی نگرانی میں پورا دن پہاڑ پر بسر کرتا تھا، پھر پہاڑ کے

نیچے شہر کی آبادی کی تجویز کی گئی، چنانچہ امراء کے مکانات بننے لگے، اسی اثناء میں بلونت سنگھ کے یہاں شہزادہ کنوار ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کی خوشی میں بلونت سنگھ پھولے نہ سماتے تھے، قضائے الٰہی کے مطابق وہ لڑکا ۱۳/ماہ کے بعد فوت ہوگیا، راجہ اور رانی کا حال غم سے ابتر ہوگیا، رانی کا گریہ رکنے کا نام نہیں لیتا تھا کہ وہ اسی غم میں ایک سال بعد مرگئی، بیوی کے غم میں بلونت سنگھ بھی بیمار ہوگئے، سال بھی نہ پکڑ پائے اور قلعہ کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے قلعہ کے بنگلہ میں بیمار ہوکر باغ میں آئے اور ۱۳/محرم ۱۲۶۱ھ مطابق ۲۲/جنوری ۱۸۴۵ء بدھ کو انتقال کیا، اس طرح قلعہ کی تعمیر کی تکمیل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونے سے پہلے اس کی زندگی کے چراغ کو ہی گل کر گیا اور بنوانے والے کو برتنا بھی نصیب نہ ہوسکا۔

قلعہ کا محل وقوع

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے جس جگہ کا انتخاب کیا، قلعہ کی تعمیر کے لیے وہ بہت موزوں، مناسب اور قابل دید بلکہ قابل سکونت ہے، نامہ سیاہ کو تو پہاڑ کی بلندی سے نیچے زمین پر کھیتوں کی ہری بھری کیاریاں ایک خوبصورت پارک محسوس ہورہی تھیں، اور بنگلہ کے اوپر ہوا کی آمد قابل خوردن تھی، مگر اس سب کے باوجود یہ نحوست بھی محسوس ہورہی تھی کہ ایک سو انہتر ۱۶۹ سال تک اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوئی، اب دو سال سے اس کی تکمیل وتزئین کا عمل شروع ہوا، بنگلہ تو کچھ صاف ہے، زنانہ محل میں کام جاری ہے، مردانہ محل میں تو ایسا محسوس ہورہا تھا جیسا کہ کسی جنگل میں آگئے، جھاڑ جھنکار جوں کے توں ہیں، کمروں میں انسانوں کے علاوہ اللہ کی نہ معلوم کتنی مخلوق رہتی ہوگی، لینٹر کھلنے کے بعد کی مٹی چھت پر اسی طرح لگی ہوئی ہے، عجیب کیفیت محسوس ہورہی تھی، اور اللہ کی کبریائی کا استحضار اور بلونت سنگھ کی کیا بلکہ مخلوقات کی بیچارگی کا خوب احساس ہورہا تھا، بس ''سدا نام رہے اللہ کا''۔

گنبدنما عمارتیں

اس علاقے میں ایک چیز کا اور مشاہدہ ہوا کہ جگہ جگہ گنبد نما عمارتیں بنی ہوئی تھیں، معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے رواج کے مطابق یہ ان جلنے والوں کی نشانیاں ہیں، جن کی بیویاں اپنے شوہروں کے مرنے پر ستی ہوگئی تھیں، یعنی وہ اپنے شوہروں کی چتا میں جل گئی تھیں۔

خانقاہ میاں مراد شاہ میں

یہاں سے فراغت کے بعد چونکہ قلعہ کے سلسلہ میں صحیح معلومات کا تقاضہ تھا، اس لیے ساڑھے چار بجے مدرسہ دارالعلوم مرادیہ حسن پور معافی بارہ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں حضرت میاں مراد شاہؒ کی خانقاہ کی مسجد میں عصر کی نماز ادا کی، مسجد ماشاء اللہ بہت شاندار، نیچے تہ خانہ برابر میں دونوں طرف سہ دری، بارہ دری، مہمانہ خانہ ایک اچھی خاصی عمارت ہے، تہ خانہ میں جا کر دیکھا جو خاص مسجد کے نیچے ہے، وہ غیر آباد ہے، اس میں چمچڑ ڈیں بہت تھیں۔

اس خانقاہ ومسجد کے بانی حضرت شاہ محمد مرادؒ نقشبندی، چشتی، قادری اور مجددی سلسلہ کے بزرگ تھے، حسن پور معافی بارہ تحصیل تجارہ ضلع الور، راجستھان میں ۱۷۶۷ء (۱۱۸۰ھ) میں قیام پذیر ہوئے، اور آپ نے اپنی عبادت اور عمل جنگل وبیاباں میں شروع کیا، ایک جگہ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ بھروچ، گجرات کے نواب تھے، پھر آپ نے فقیری ودرویشی کو پسند کیا اور ساری چیزوں کو خیر باد کہتے ہوئے نکل پڑے، اور ضلع بلند شہر میں آپ نے کچھ سال قیام کیا، وہاں بھی آپ کو لوگوں نے دق کیا، جس کی وجہ سے آپ نے جنگل وبیاباں کو پسند کیا، ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ آپ کا اصل وطن سہارنپور ہے، اور آپ کا خاندان مداریہ ہے۔

بانی حسن پور

حسن پور کے متعلق معلوم ہوا کہ شاہ عالمگیر ثانی کے دور حکومت میں (۱۷۵۳ء کے بعد) پرگنہ تجارہ کے موضع باگھور جٹ کے راجپوت باغی وغارتگر تھے، جنہوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا، شاہی دربار میں جب یہ خبر پہنچی تو ان کی سرکوبی کے لیے شاہی فوج بھیجی گئی، فوج نے متصل موضع یملی پہاڑ پر قیام کیا، اور تمام غارت گروں کا کام تمام کیا، اس مہم کے فتح کرنے کے بعد تمام شاہی لشکر تو دہلی واپس چلا گیا؛ لیکن مصاحبین میں سے تین برادران یعنی محمد حسن خان، محمد حسین خان ومحمد اسماعیل خان نے اپنے اپنے ناموں سے وہاں تین مواضعات آباد کئے، محمد حسن خان جن کے نام سے موضع حسن پور آباد ہے، ان کے بڑے فرزند کا نام محمد مراد خان ہے، جو حسن پور گاؤں کے مالک اور زمیندار تھے۔

میاں مراد شاہ

میاں مراد شاہ صاحب گاؤں حسن پور کے قریب موضع مالیر جٹ میں ”شاہ انور علی مداری“ نام کے ایک مجذوب تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے بیعت ہوگئے، اور دنیاداری چھوڑ کر مدت دراز تک اپنے مرشد کی خدمت میں مقیم وحاضر رہے، اپنے مرشد کے وصال کے بعد اپنے گاؤں میں آکر مقیم ہوگئے اور لب سڑک ایک کٹیا میں مشغول عبادت ہوگئے، آپ کی کرامات اور آپ کے ولی کامل ہونے کے چرچے زبان زد عام ہوئے، تو عالمگیر ثانی نے تین گاؤں کے جملہ حقوق داخلی وخارجی کے وقف کئے، اور الور ریاست سے تین سو روپئے سالانہ وظیفہ مقرر کیا، نیز ہزاروں بیگہ زمین جابجا مواضعات میں معافی کی عنایت کی۔

مرادشاہ کی کرامت

بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۷۶۸ء (۱۱۸۱ھ) میں بھرت پور کے راجہ جواہر سنگھ (بعض نے لکھا ہے کہ سورج مل) کا لشکر ہاتھیوں کے ساتھ گزر رہا تھا، انہوں نے آپ کو ہٹ جانے کا اشارہ کیا، آپ پر جلال الٰہی کا غلبہ تھا، اس لیے ایک نہ سنی اور اپنی عبادت میں مشغول رہے، راجہ نے فیل بان کو کہا کہ ہاتھی ہانک دیئے جائیں اور ان کو مار دیا جائے، مگر کوشش کے باوجود ہاتھی آگے نہ بڑھ سکے، اس کی اطلاع راجہ کو دی گئی، وہ خود حاضر ہوا، تو مشاہدہ کے بعد حیران رہ گیا، اور ہودج سے اتر کر ننگے پاؤں چل کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر تقصیر کی معافی چاہی، شاہ صاحب نے ان کو معاف کر دیا، پھر راجہ نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پانچ اشرفیاں بھیجیں، حضرت شاہ صاحب نے وہ آگ میں ڈلوادیں، جب دوبارہ مہاراجہ نے شب گزاری کے بعد اپنا قاصد بھیجا کہ دیکھو اشرفیوں کا کیا ہوا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم ہمارا امتحان لیتے ہو، جاؤ اپنی اشرفیاں لے لو، انہوں نے دھونے میں دیکھا کہ بہت ساری اشرفیاں پڑی ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اپنی داہنی جانب دیکھو قاصد نے دیکھا تو سونے کا پہاڑ نظر آیا، پھر فرمایا کہ بائیں جانب دیکھو تو دوسرا پہاڑ چاندی کا نظر آیا، وہ حیران ہوکر واپس ہوا، اور راجہ کو تمام سرگزشت سنائی، جسے سن کر مہاراجہ بھی ششدر رہ گیا، مہاراجہ کے یہاں اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے آپ کی کرامت کا نظارہ کیا اور خطا کی معافی چاہی، اور حضرت شاہ صاحب سے اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ نے اس کو دو پڑیا راکھ کی عنایت کی، اور ہدایت کی کہ ابھی صرف ایک پڑیا استعمال کریں، حکم خدا سے تمہارے یہاں اولاد ہوجائے، تو جب بچہ کھانے پینے لگے تو دوسری پڑیا کو بھی استعمال کرلینا، اس طرح اس راجہ کی رانی سے دولڑکے کے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔

خانقاہ اور مسجد کی تعمیر

جن کی خوشی میں راجہ نے شاہی خزانے سے حضرت شاہ صاحب کے لیے، ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرانے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ حضرت مرادشاہ کی یہ مسجد اور خانقاہ پانچ بیگہ آراضی پر تعمیر ہوئی اور پانچ سو بیگہ زمین آپ کے لیے تجویز کی، ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں میاں مرادشاہ نے وفات پائی، اس طرح ان کے انتقال کو ۲۳۷ر سال کا عرصہ گزر گیا اور یہ درگاہ ڈھائی سو سال کی پرانی عمارت قلعہ کی شکل میں آج بھی اچھی حالت میں موجود ہے، یہ خانقاہ قصبہ تجارہ کے جنوب مشرق میں فیروز پور جھرکہ جانے والی شاہ راہ پر لب سڑک واقع ہے، یہاں پہلے رجب کی ۱۱/۱۲ر تاریخ کو سالانہ عرس ہوا کرتا تھا، تقسیم ہند کے بعد حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ کی کوششوں سے اس کو بدعتی حضرات سے خالی کرایا گیا، تو عقیدت مند بدستور حاضری دینے لگے۔

مدرسہ دارالعلوم مرادیہ

لیکن عوام وخواص میں شرعی شعور بیدار ہونے پر (عرس کی رسومات کو برقرار رکھتے ہوئے) ۱۹۸۶ء میں مولانا محمد داؤد مفتاحی نے مدرسہ قائم فرمایا، جہاں اب تمام بدعات ختم ہوگئیں، اور یہ مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شاخ بن گیا، جس میں عربی سوم کی تعلیم کے ساتھ حفظ وناظرہ قرآن کریم کی تعلیم ہورہی ہے، جس میں ۲۵۰ر طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں، جن میں سے ۹۵ر مقیم رہتے ہیں، ۶ر اساتذہ کی تعلیمی خدمات حاصل ہیں، یہ تمام معلومات مولانا داؤد صاحب سے حاصل ہوئیں، اس کے بعد انہوں نے چائے وغیرہ کا نظم کیا، یہاں پر ایک سو تین سال کی عمر کے ایک آدمی حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جو ماشاءاللہ اچھے خاصے چلتے پھرتے ہیں، اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک

معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے خود بتلایا کہ میں ۱۹۴۷ء میں ۳۸/سال کا تھا، مدرسہ میں حصول زر کے سلسلہ میں خدمت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سلامت باکرامت رکھے، مولانا داؤد صاحب نے ہی تجارہ کے سلسلہ میں کتاب ''ارژنگ تجارہ'' کسی سے حاصل کر کے عاریۃً دی، کسی نے اس کی فوٹو کاپی کرا کے مجلد کرا رکھی ہے، بلونت سنگھ کے قلعہ کے سلسلہ میں معلومات اسی کتاب سے اخذ کی گئی ہے، حضرت شاہ صاحب کے مزار پر ایصال ثواب کیا گیا، ان کا مزار مسجد کے صحن میں ہی واقع ہے، جس پر پختہ عمارت بنی ہوئی ہے، خانقاہ کے ایک کمرہ میں اس زمانہ کا نقارہ بھی دیکھا، جس کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دی جاتی تھی، مغرب کی اذان کا وقت ہو رہا تھا، اس لیے وہاں سے جلدی سے نکلے کہ راستہ میں کہیں نماز پڑھ لیں گے۔

خانقاہ بابا مستان شاہ ناہرکھول میں

اثنائے راہ ہمارے پروگرام کے ذمہ دار جناب مولانا مفتی ظہور الدین صاحب قاسمی نے اندھیری رات میں بظاہر ایک غیر مانوس جگہ پر سڑک سے الگ تھلگ، پہاڑوں کے درمیان ایک کنارے پر، گاڑی رکوائی، پھر ایک زینے کے ذریعہ سے بہت اونچائی پر چڑھے، چڑھتے ہوئے راقم کی حالت الگ ہو رہی تھی، اس لیے برجستہ مفتی صاحب سے عرض کیا کہ یہاں زیادہ ثواب ملے گا؟ کہاں آپ لے جا رہے ہیں؟ اتنے میں اوپر پہاڑی کے درمیان سامنے ایک چھوٹی سی مسجد اس سے ملا ہوا ایک کمرہ، اور چند چھوٹے چھوٹے بچے نظر آئے، روشنی ہو رہی تھی، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، وضو وغیرہ سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ ساتھی مسجد کے سامنے نیچے کھول میں ہیں، مجھے بھی اشارہ کیا گیا، مجھے عجیب سا لگا، لیکن نیچے گیا، تو معلوم ہوا کہ سامنے جھیل میں ایک بڑے چوڑے پتھر پر ایک بزرگ بابا مستان صاحب ذکر وعبادت کیا کرتے تھے، اتنے میں مفتی ظہور

32

صاحب کے بیٹے مولوی محمد یوسف ندوی نے ایک غار میں داخل ہونے کا اشارہ کیا اور بتلایا کہ یہاں اندر داخل ہو جائیے بڑی سکون کی جگہ ہے، چنانچہ راقم ایک کھڑکی کے ذریعہ اندر داخل ہوا، اور ایک چبوترے پر بیٹھا تو بہت سکون محسوس ہوا، پھر چبوترے سے نیچے اتر کر ایک جگہ ہے، وہاں مصلّٰی بچھا ہوا تھا، وہاں صرف آدمی بیٹھ سکتا ہے، کھڑا نہیں ہو سکتا، نیچے اترا اور مصلے پر بیٹھ گیا اور روشنی بند کر دی گئی، تو ایک دم انتہائی قلبی سکون محسوس ہوا، وہاں اندھیرے میں کوئی گھبراہٹ، ڈر اور خوف محسوس نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ بابا مستان صاحب اوپر چبوترے پر نوافل پڑھتے تھے اور نیچے اتر کر ذکر واذکار اور عبادت کرتے اور مراقب ہو کر چلہ کشی کرتے تھے، اور اس میں کوئی شک نہیں جس جگہ ذکر کثرت سے ہوا ہے، وہ جگہ اب بھی صدیاں گزر جانے کے باوجود انتہائی پرسکون ہوتی ہے؛ کیونکہ مغرب کی نماز پڑھنی تھی، اس لیے اوپر مسجد میں آ کر باجماعت نماز ادا کی، نماز بعد پھر اس جگہ کی تحقیق کرنا چاہی، چونکہ اس جگہ سے انس ہو گیا، نورانیت محسوس ہو رہی تھی، اس لیے وہاں موجود قاری صاحب سے معلومات حاصل کرنا چاہی، تو انہوں نے کچھ باتیں بتلائیں، پھر کہا زیادہ صحیح باتیں جو ذمہ دار ہیں وہ بتلا سکتے ہیں، وہ مولانا محمد ہاشم قاسمی ہیں۔

بابا مستان شاہ

انہوں نے بتلایا کہ یہ بابا مستان شاہ کی خانقاہ ہے، اور اس جگہ کا نام ناہرکھول ہے اور یہ تجارہ روڈ فیروز پور جھرکہ ضلع میوات ہریانہ میں ہے، مولانا محمد ہاشم نے بتلایا کہ نواب شمس الدین کے والد فیروز خان کے زمانہ میں بابا مستان شاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ تھے، جنھوں نے اس جگہ پر ۱۲/سال عبادت کی اور یہاں گولر کھا کر اور جھیل کا پانی پی کر گزر بسر کی، ان کا انتقال فیروز پور جھرکا میں ہوا، وہیں وہ مدفون ہیں۔

حضرت گلزار شاہ

اس کے بعد ایک دوسرے بزرگ حضرت گلزار شاہ نے یہاں مستقل ۳۳؍سال عبادت کی ،گلزار شاہ صاحب کے دور میں اس جگہ پر٦٠؍دکانیں لگتی تھیں ،لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا،موجودہ مسجد کے سامنے جوجھرکہ(آبشار) ہے،گلزار شاہ صاحب جمعرات کے دن اس کے پانی کو پڑھ کرلوگوں کو دیتے تھے ،تولوگوں کوامراض سے بحکم الٰہی شفا ملتی تھی ، وہ اپنے پاس ٦؍٧؍گائیں رکھتے تھے ،ان کے دودھ کی کھیر پکا کرلوگوں کوکھلاتے تھے ،خود گولر کھاتے تھے ،جس کا درخت اب بھی ہرا بھراموجود ہے ، وہ رات کواپنے پاس کسی کوٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے ، ایک روز ایک معتقد آیا اوراس نے ٹھہرنے پر اصرار کیا ، مگر حضرت گلزار شاہ صاحب نے اس کوقطعاً منع کیا ،مگر وہ ہر چند سمجھانے کے باوجود ٹھہرنے کے لیے مصر رہا ، چنانچہ اس شرط پراجازت ملی کہ ہمارا راز فاش نہ کرنا ، اگر راز فاش کیا تو معافی کی بھی مہلت نہ ملے گی ، آخر کار وہ ٹھہر گیا ، رات میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ ١٢؍گھوڑے آئے ، جن میں سے ١١؍پر سوار موجود تھے ، بارہویں گھوڑے پر گلزار شاہ صاحب سوار ہوگئے ، اوراس ٹھکانے سے کچھ دور آگے گئے ، اورایک بڑی چٹان (پتھر) پر بیٹھ کر سب نے مشورہ کیا ، کچھ دیر بعد شاہ صاحب اپنے ٹھکانے پر واپس آگئے ، اس مقیم مہمان نے یہ ماجرا دیکھ کر صبح بازار میں اس راز کو فاش کردیا ، چنانچہ اسی وقت اس کے پیٹ میں درد ہوا ، اوروہ انتقال کر گیا ، اسی زمانہ میں دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ اس علاقہ کی ایک ہندو کی لڑکی جو بیوہ ہوچکی تھی ،تو وہ میاں شاہ صاحب کی معتقد ہوگئی اور یہاں آنے لگی ، اس طرح اس نے اسلام قبول کرلیا ، جب لڑکی کے گھر والوں کواس کا علم ہوا ،توانہوں نے لڑکی کو مارا پیٹا ، پھر اس کوساتھ لیکر شاہ صاحب کے پاس آئے ، اورشاہ صاحب پرالزام لگا کر ان کو مارنا چاہا ، شاہ صاحب نے ان کوسمجھایا مگر وہ نہ مانے ،تو شاہ صاحب نے لڑکی کواشارہ کیا کہ تو ایک

طرف ہوجا ، اوران لوگوں کے سامنے اپنا ستر کھول دیا ، انہوں نے دیکھا کہ یہ تو عورت کے لائق ہی نہیں ، ان واقعات کی بنا پر گلزار شاہ صاحب یہ جگہ ترک کر کے دوسری جگہ کہیں ہجرت کر گئے ۔

مولانا ہاشم نے بتایا کہ اس کے بعد فیروز پور جھرکہ کی جامع مسجد اور مدرسہ کے ذمہ دار مولانا حسن خان صاحب ہر روز رات کو دودھ کی گھاٹی سے ہوتے ہوئے ناہر کھول خانقاہ پہنچتے تھے ، وہ کبھی بازار نہیں گئے تھے ، یعنی انتہائی متقی تھے ، رات کو جنات کے بچوں کو بھی تعلیم دیتے تھے ، ذکروعبادت کرتے اور تہجد پڑھتے تھے ، ان کی وفات کے بعد یہ جگہ ویران رہی ۔

مسجد کی نئی تعمیر

١٩٨٢ء سے ڈاکٹر بشیر صاحب نگینہ میوات والوں نے اس جگہ کی طرف توجہ کی ، اور یہاں آمدورفت شروع کی ، اورچھوٹی سی مسجد کے پرانے جو آثار کھنڈرات کی شکل میں تھے ، انہیں آثار پر١٩٩٤ء میں ایک مسجد تعمیر کرائی ، برابر میں چھوٹا سا کمرہ بنوایا ، اس کے پیچھے ایک رسوئی بنوائی ، تاکہ یہ جگہ آباد رہے ، ابھی ١٤؍اکتوبر ٢٠١٠ء میں مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ نورالاسلام درخانقاہ بابا مستان شاہ صاجب قائم کیا ، جس میں اس وقت چھوٹے چھوٹے ١٠؍بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں ، ان کے لیے ایک استاذ ہیں ، اور مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی ایک نوجوان عالم اس کے ذمہ دار ہیں ، یہ جگہ روحانی طور پر تو پررونق تھی ہی ، اب ماشاءاللہ ظاہری طور پر بھی پررونق ہوگئی ، یہاں بہت طبیعت خوش ہوئی ، قلبی سکون ملا ، اور عشاء کی نماز بھی وہیں ادا کی ۔

مدرسہ دارالعلوم مہتابیہ نگینہ میں

اس کے بعد یہاں سے چلے ، فیروز پور جھرکہ میں مفتی ظہور صاحب کے ایک اہل تعلق

محمد طاہر صاحب سے ملتے ہوئے، مدرسہ اسلامیہ عربیہ دارالعلوم مہتابیہ نگینہ نوح میوات پہنچے، مدرسہ ابھی مسجد کے تہہ خانہ میں چل رہا ہے، جو بہت شاندار، پختہ عمارت اور سلیقے سے تعمیر شدہ ہے، تہہ خانہ کے اوپر بھی پلروں پر عمارت تیار ہوکر سلیپ ڈالدیا گیا ہے، دیواریں باقی ہیں، تقریباً ۱۵۰/طلبہ زیر تعلیم ہیں، ۱۰/اساتذہ ہیں، حفظ وناظرہ کے ساتھ عربی اول تک کی تعلیم کا نظم ہے، یہ مدرسہ میوات کے مشہور صاحب کرامات بزرگ جناب الحاج میانجی مہتاب صاحب کی یادگار میں ۲۰۰۳ء میں قائم ہوا، حاجی صاحب کی وفات ۲۰۰۲ء میں ۷۵/سال کی عمر میں ہوئی، ان کی خدمات کی وجہ سے علاقہ میوات میں کافی دینی بیداری اور تعلیمی شوق پیدا ہوا، حاجی صاحب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ تھے، یہ مدرسہ انہیں کی وقف کی ہوئی ۲/ا یکڑ زمین پر واقع ہے، جس میں ایک اچھا مہمانہ خانہ بھی ہے، وہیں مدرسہ کے احاطے میں ان کا مزار بھی ہے، ان کے مزار پر ایصال ثواب بھی کیا، مدرسہ کے بانی وذمہ دار حاجی صاحب کے لڑکے جناب الحاج محمد خالد صاحب ہیں، مدرسہ دیکھنے کے بعد مفتی صاحب اور حاجی خالد صاحب کے ایک شناسا شمس الدین بن سلیمان (عرف شمسو سکریٹری) کا انتقال ہوگیا تھا، ان کی تعزیت کے لیے قریب کے ایک گاؤں مول تھال میں پہنچے، وہاں کافی لوگ مرحوم کے مکان کے سامنے الاؤ جلاکر بیٹھے ہوئے سیک رہے تھے، وہ سب ملاقات کے لیے کھڑے ہوگئے، ان کے درمیان بیٹھ کر اولاً پسماندگان کو تعزیت مسنونہ پیش کی گئی، پھر راقم نے مفتی صاحب کے کہنے پر تھوڑی دیر "اذکروا محاسن موتاکم" کی روشنی میں نصیحتیں کی اور مرحوم کے ضعیف والد سے ملکر واپس نگینہ آکر مدرسہ مہتابیہ میں کھانا کھایا، کھانے کے بعد دہلی کے لیے رخصت ہوئے اور رات میں ۲/بجے سرائے روہیلہ مفتی صاحب کے مدرسہ میں پہنچ کر آرام کیا اور ۹/مارچ کو ۲/بجے دن میں کار سے چل کر اپنے وطن بخیر وعافیت پہنچے "فالحمدللہ علی کل حال"۔

34

عمرہ کی ادائیگی کیلئے حجاز کا ایک مقدس سفر

عمرہ کے لغوی معنی

عمرہ کے معنی لغت میں مطلق زیارت کے ہیں اور اصطلاح میں میقات یا حل سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے ہیں، عمرہ کو حج اصغر بھی کہتے ہیں، عمرہ تمام عمر میں ایک مرتبہ بشرط استطاعت وقدرت سنت مؤکدہ ہے، عمرہ کی فضیلت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''حج اور عمرہ ایک ساتھ کرو کیونکہ وہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو ایسے دور کردیتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کردیتی ہے'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ ان دونوں کی برکت سے انسان سے فقر وفاقہ بھی دور ہوجاتا ہے اور ظاہر وباطن، دنیا وآخرت کی دولتوں سے حج اور عمرہ کرنے والا مالا مال ہوجاتا ہے؛ لیکن اخلاص شرط ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالی سے کوئی دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول فرماتے ہیں اور اگر خطا معاف کراتے ہیں تو اللہ تعالی ان کی خطا معاف کرتے ہیں'' اس لیے امت نے ہر زمانے میں حج اور عمرے کا اہتمام کیا ہے، موجودہ زمانے میں وسائل کی کثرت اور سفر کی آسانی کی وجہ سے عمرہ کا سفر بہت آسان ہوگیا ہے، راقم سطور نے بھی گذشتہ ماہ والد صاحب کی معیت میں اس مقدس سفر اور مبارک فریضہ کے ادا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

پرسکون ماحول میں عمرہ کی ادائیگی

۱۹/مارچ ۲۰۱۱ء سنیچر کو صبح ۹/بجے والد صاحب جناب حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کے ساتھ دہلی کیلئے روانہ ہوئے اور رات کو دہلی کے انٹرنیشنل ہوائی اڈے سے ہی احرام باندھ لیا، اور ساڑھے آٹھ بجے ایئر انڈیا سے سوار ہو کر ۵۵-۱۱/ پر پانچ گھنٹہ چالیس منٹ میں سعودی عرب کے ملک عبدالعزیز ہوائی اڈے پر جدہ پہنچے، وہاں امیگریشن کی کارروائی، سامان کے آنے، پھر بس کے ملنے میں چار گھنٹے سے زیادہ لگ گئے اور چار بجے کے بعد بذریعہ بس مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، تقریباً ساڑھے ۶/ بجے فندق البسام والنشار مسفلہ مکہ مکرمہ پہنچے، اولاً فجر کی نماز پڑھی، پھر تھوڑا آرام کرنا چاہا تاکہ آرام اور ناشتے سے فراغت کے بعد اطمینان سے عمرہ کیا جائے، ساڑھے دس بجے کے قریب اٹھ کر تیاری کی اور ناشتہ کیا، پھر حرم میں حاضری ہوئی، اور بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی یہ دعا کی، یا اللہ جو بھی دعا یہاں مانگوں اس کو قبول فرما، چونکہ بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے، اس کے بعد عمرہ کا طواف کیا، پھر دو رکعت طواف کی پڑھی اور زمزم پیا، اس کے بعد حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے مسعی کی طرف گئے، اور صفا پر چڑھ کر بیت اللہ کو سامنے کر کے دعا کی، یہاں دعا قبول ہوتی ہے، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کی جو مروہ پر مکمل ہوئی، ہر چکر میں صفا اور مروہ پر چڑھے، یہ مسنون ہے، اور قبلہ رو ہو کر دعا کی چونکہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے، سعی کے بعد دوگانہ سعی کے ادا کئے، اس کے بعد قصر کرایا اور حلال ہو گئے، بیت اللہ اور مطاف میں لوگوں کی کثرت رمضان کے اخیر عشرہ کا منظر پیش کر رہی تھی، اس قدر ہجوم تھا۔

مسجد حرام میں نماز کا ثواب

اس طرح کئی روز قیام رہا، اور حرم شریف میں نمازیں پڑھیں، حرم شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے، اور جماعت کے ساتھ ستائیس لاکھ، اور پانچ نمازوں کا ثواب ایک کروڑ پینتیس لاکھ ہوتا ہے، اور عام جگہوں پر- اگر سال کے تین سو ساٹھ دن بھی مانے جائیں تو- سال بھر کی جماعت کے ساتھ اڑتالیس ہزار چھ سو، اور سو برس کی اڑتالیس لاکھ ساٹھ ہزار نمازیں ہوتی ہیں، اور مسجد حرام میں صرف ایک نماز کا اس قدر ثواب ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی قدر کرتے ہیں، اور حرم میں نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ مسجد حرام تمام مسجدوں سے افضل ہے۔

طواف بیت اللہ

اسی طرح مکہ مکرمہ کے دوران بیت اللہ کا طواف بھی خوب کرنا چاہئے، طواف بیت اللہ کے چاروں طرف سات مرتبہ گھومنے کو کہتے ہیں، طواف کی بہت فضیلت ہے اور احادیث میں ترغیب دلائی گئی ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالی بیت اللہ پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتے ہیں (جن میں سے) ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہیں، اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں کے لیے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا طواف کرتا ہے وہ ایک قدم اٹھا کر دوسرا قدم نہیں رکھتا کہ اللہ تعالی اس کی ایک خطا معاف کر دیتے ہیں، اور ایک نیکی لکھ دیتے ہیں، اور ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔

آب زمزم اوراس کا استعمال

وہاں ماشاءاللہ! اللہ تعالی نے آب زمزم پینے کی بھی خوب توفیق دی، آب زمزم کو کثرت سے پینا مستحب ہے اور ایمان کی علامت ہے، اس لیے خوب پینا چاہئے اور استعمال کرنا چاہئے، علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آب زمزم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل، عمدہ اور تمام پانیوں کا سردار ہے، زمزم کی خوبیاں اور فضائل بہت سی احادیث میں مذکور ہیں، ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر بہترین پانی آب زمزم ہے کہ جس میں مثل طعام کے غذائیت (بھی) ہے اور مرض کے لیے شفاء (بھی) ہے، ایک روایت میں ہے کہ زمزم کا پانی ہر اس کام کیلئے ہے جس کے لیے پیا جائے، جو شخص کسی مرض سے شفا حاصل ہونے کیلئے پئے، اللہ تعالی اس کو شفا دیتے ہیں اور جو بھوک کی وجہ سے پئے، اللہ تعالی اس کا پیٹ بھر دیتے ہیں اور جو کسی ضرورت کے لیے پئے اللہ تعالی اس کی وہ ضرورت پوری فرماتے ہیں، غرضیکہ شفاء اور قضائے حاجت کے لیے لاکھوں لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔

آب زمزم کے پینے سے ایک بیماری سے نجات

راقم سطور کے پیروں کی ایڑیوں میں تکلیف تھی، غالباً جنوری ٢٠٠٢ء سے شروع ہوئی، دوسال مسلسل علاج کرایا مگر شفایابی نہ ہوسکی، مسجد تک جانا دشوار ہوگیا تھا، ٢٠٠٣ء میں اللہ تعالی نے عمرہ کی توفیق دی، وہاں آب زمزم کثرت سے پیا اور شفا کی نیت سے تکلیف والی جگہ پر ڈالا، اللہ نے اس کی برکت سے شفا عطا فرمائی، اس کے بعد گذشتہ سال بھی اس تکلیف کا احساس ہوا، تو اللہ تعالی نے والدہ صاحبہ کے ساتھ جولائی ٢٠١٠ء میں پھر عمرہ کی توفیق عطا فرمائی، پھر اسی طرح زمزم کا استعمال کیا، اللہ تعالی نے فضل فرمادیا اور وہ تکلیف

دور ہوگئی، بہرحال جس نے جس نیت سے استعمال کیا، اللہ تعالی نے اسی میں کامیابی دی، یہ پانی خوب پینا چاہئے اور استعمال کرنا چاہئے۔

آقائے مدنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ

مکہ مکرمہ کے قیام کے تیسرے دن منگل ٢٢/ مارچ کو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا، مسجد عائشہ حرم شریف سے (٥-٦) کلومیٹر شمال کی جانب مدینہ روڈ پر ہے، اس کو مسجد تنعیم بھی کہتے ہیں، پھر آکر بیت اللہ کا طواف کیا، دوگانہ ادا کی، زمزم پیا اور پھر صفا ومروہ کے درمیان سعی کی، مسجد حرام میں دوگانہ سعی ادا کی اور حلق کرا کے حلال ہوگئے۔

مقام ابراہیم پر تذکرہ شاہ عبدالرحیم رائپوری کی تکمیل

ساتھ میں زیر تالیف کتاب ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' بھی تھی، اس کا ارادہ تھا کہ اس کو حرم میں مکمل کیا جائے، چنانچہ ٢٤/ مارچ بروز جمعرات فجر کی نماز بعد مطاف میں بیت اللہ کے سامنے اور مقام ابراہیم کے پیچھے اس کتاب کی تکمیل کی، اور اللہ تعالی سے کتاب کے قبول ہونے کی دعا کی۔

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم جنت کا ایک پتھر ہے، جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لیے لائے تا کہ کعبہ کی تعمیر میں وہ اس پر کھڑے ہوسکیں، اور کعبہ کی تعمیر مکمل ہوسکے، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے، تو آپ کے پیر اس میں تقریباً دس سینٹی میٹر اندر دھنس گئے، پیروں کے نشانات اب بھی موجود ہیں، کعبہ شریف کی تعمیر کی تکمیل کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے اور آپ

نے اللہ کے حکم سے لوگوں کو حج کے لیے پکارا، مقام ابراہیم کا محل وقوع حجر اسود سے بجانب مشرق (۵،۱۴ام) کی دوری پر ہے، کعبہ شریف کے شاذروان سے اس کا فاصلہ (۲۵،۱۳ام) ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں (قیمتی پتھروں) میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ اگر ان کے نور کو ختم نہ فرماتے تو یہ دونوں مشرق ومغرب کے درمیان سب کچھ روشن کردیتے۔

مکہ مکرمہ کے دیگر مقامات کی زیارت

اس کے بعد ناشتہ کیا، مکہ مکرمہ کی زیارات باقی تھیں، اس لیے ایک ٹیکسی کے ذریعہ سے زیارات مقامات مقدسہ کا پروگرام بنایا، اور صبح ۹ر بج کر ۱۰ر منٹ پر جبل ثور کے پاس پہنچے، جبل ثور مسجد حرام سے جنوب کی سمت چار کلومیٹر دور ہے، ہجرت کے وقت اسی پہاڑ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین شب ٹھہرے تھے، پہاڑ کی بلندی ۴۵۸ر میٹر ہے، پہاڑ کی چوٹی پر غار ہے، جس کو غار ثور کہا جاتا ہے، پہاڑی پر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، وہاں پہاڑ کی جڑ میں کچھ حضرات وزارۃ اوقاف کے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اوپر چڑھنے سے منع کیا کہ ابھی وقت زیادہ ہوگیا، دھوپ ہے، کم سے کم دو گھنٹہ چاہئے، اگر اوپر جانا ہو تو فجر کے فوراً بعد آئیے، اس لیے اوپر نہ چڑھ سکے، نیچے سے ہی پہاڑ دیکھ لیا، اس کے بعد ۱۰ر بجے کے قریب میدان عرفات میں جبل رحمت پر پہنچے، چونکہ جبل رحمت کی اونچائی زیادہ نہیں بلکہ ۶۵ر میٹر ہے، اس لیے اس کے اوپر چڑھے، اس پہاڑ کے نشیب میں بڑی بڑی چٹانیں ہیں، جن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام میں وقوف فرمایا تھا، کچھ دیر کے بعد عرفات، مزدلفہ اور منی سے گزرتے ہوئے جمرات پر ٹھہرے، جہاں شیطان پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، جمرات پر پانچ منزلہ عمارت بنادی گئی ہے، جس سے حاجیوں کو سہولت ہوگئی ہے، پھر ۱۱ر بجے کے

قریب غار حرا کے پہاڑ جبل نور پر پہنچے، یہ غار مسجد حرام سے شمال مشرقی سمت میں طائف روڈ پر چار کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، اس پہاڑ کی بلندی تقریباً ۲۸۱ر میٹر ہے، اس غار میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پیشتر عبادت کیا کرتے تھے، پہلی وحی (اقرأ باسم ربک) یہیں نازل ہوئی، دامن کوہ تک تو پہنچ گئے تھے، مگر وہاں بھی نہ چڑھ سکے، اور جنت المعلّٰی سے گزرتے ہوئے حرم میں آکر ظہر کی نماز ادا کی۔

مدینہ منورہ روانگی

اس کے بعد ۲۶ر مارچ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ مدینہ منورہ جانے کا پروگرام تھا، چنانچہ ۴ر بجے کے قریب بس میں سوار ہوئے اور راستے میں عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے رات میں ساڑھے دس بجے کے قریب مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر درود شریف پڑھتے رہے، پھر یہ دعا پڑھی: "اللّٰهم هذا حرم نبيك فاجعله لي وقاية من النار وأمانا من العذاب وسوء الحساب" اور فندق مدینہ کریم کے پاس فندق دارالسلطان میں ٹھہرے، مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے عین شمال میں ۴۳۰ر کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں، مگر مدینہ منورہ کے شرف ومجد کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ سردار دوعالم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ومدفن ہے، رات میں تھکے ہوئے تھے۔

مواجہ شریف پر حاضری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سلام پیش کرنا

اس لیے صبح کو زیارت سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری ہوئی، پہلے ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز پڑھی، پھر مواجہ شریف پر

حاضر ہوکر حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سلام پیش کیا اور آپ کے دونوں یار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی سلام پیش کیا، اور جن حضرات نے سلام پیش کرنے کے لیے کہا تھا، سب کا سلام خدمت رسالت مآب ویاران کی خدمت اقدس میں پہنچادیا، سرورکائنات، فخر موجودات، تاجدار مدینہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بالاجماع اعظم قربات اور افضل طاعات سے ہے، اور ترقی درجات کے لیے سب وسائل سے بڑا وسیلہ ہے، بعض علماء نے اہل وسعت کے لیے قریب واجب کے لکھا ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور باوجود قدرت کے زیارت نہ کرنے والوں کو بے مروت اور ظالم فرمایا ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو یہ دولت عظمی اور نعمت بیش بہا نصیب ہوجائے، حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زیارت کرے گا، قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا، ایک روایت میں فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی، ان روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجہ زیارت کی ترغیب دی ہے، اس لیے ہر مسلمان جو حج وعمرہ کرتا ہے، اس سعادت کبری کو حاصل کرتا ہے۔

ریاض الجنۃ میں نماز کی پڑھنے کی توفیق

اللہ تعالی کی توفیق خاص سے کئی بار سلام پڑھنے کا موقع ملا، ریاض الجنۃ میں نماز اور دعا مانگنے کا موقع ملا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے''۔

ریاض الجنۃ میں اپنی ایک کتاب پر پیش لفظ لکھا

۲۷ر مارچ اتوار کے روز بعد نماز ظہر ریاض الجنۃ میں اپنی زیر تالیف کتاب ''تذکرہ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' کے لیے پیش لفظ بھی لکھا اور کتاب کے قبول ہونے کی دعا کی، صفہ نبوی پر بھی بیٹھنے اور نماز پڑھنے کا موقع ملا، اور وہاں بھی دعائیں کی۔

جنت البقیع میں حاضری

مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں حاضری ہوئی اور وہاں تمام صحابہ کرام، اکابرین امت کو ایصال ثواب کیا، بقیع وہ قبرستان ہے جو مسجد نبویؐ سے متصل جنوب مشرق میں واقع ہے، جس میں دس ہزار سے زیادہ صحابہ اور لاکھوں مسلمان مدفون ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب سے پہلے بقیع والوں کی سفارش فرمائیں گے، اس لیے یہاں مرنے کی تمنا ہوتی ہے، خدا کرے یہاں موت اور دفن نصیب ہو۔

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت واہمیت

مدینہ منورہ میں جب تک رہے اللہ تعالی کی توفیق سے مسجد نبوی میں تمام نمازیں پڑھیں، مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے، اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے، اور امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو، تو اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی، اور عذاب ونفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی، الحمدللہ حج کے زمانہ میں چالیس نمازوں کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے، اگر ممکن ہو تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کرے اور قرآن شریف ختم کرے اور صدقہ خیرات حسب حیثیت کرے۔

مدینہ منورہ میں کیسے رہیں؟

مساکین ومجاورین اور باشندگان مدینہ منورہ کا خاص طور سے خیال رکھے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے، اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو تو تحمل کرے، اور شریفانہ برتاؤ کرے، خرید وفروخت میں بھی ان کی امداد کی نیت کرے تاکہ ثواب ملے، مدینہ منورہ میں اہل بقیع اور دیگر مشاہد ومقامات مقدسہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مساجد اور کنوؤں کی زیارت بھی مستحب ہے۔

مدینہ منورہ میں مقامات مقدسہ کی زیارت

۲۸/مارچ کو زیارت مقامات مقدسہ کے لیے ایک ٹیکسی والے سے بات کی، اس نے کہا کہ چار مقامات پر لے جاؤں گا، چنانچہ سب سے پہلے اس نے احد پہاڑ پر لے جاکر چھوڑا، احد وہ مقدس پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ سے شمال کی جانب چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"احد جبل یحبنا و نحبہ" احد ہم کو چاہتا ہے اور ہم احد کو، شوال ۳/ہجری کا مشہور واقعہ جس کو غزوہ احد کہتے ہیں اسی جگہ ہوا تھا، پہلے شہداء احد اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی زیارت کی اور ایصال ثواب کیا، مشہور ہے کہ وہاں پر ستر شہداء آرام فرما ہیں، پھر جبل احد پر چڑھے، اور غزوہ احد کیسے پیش آیا اس کو سمجھنے کی کوشش کی، اس کے بعد مسجد قبلتین پہنچے، یہ مسجد مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں وادی عقیق کے قریب مسجد نبوی سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک ٹیلہ پر ہے، اس میں پہلے دو محرابیں تھیں، ایک بیت المقدس کی طرف اور دوسری کعبۃ اللہ کی طرف، اب صرف ایک محراب کعبہ کی طرف کی باقی ہے، چونکہ تحویل قبلہ کا واقعہ اسی مسجد میں ہوا تھا، اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں، یعنی دو قبلوں والی، اس کے بعد مسجد فتح پر پہنچے، یہ مسجد ''جبل

سلع''، کے غربی کنارہ پر ہے، غزوہ احزاب میں جب تمام کفار مدینہ منورہ پر مجتمع ہو کر چڑھ آئے تھے تو خندق کھودی گئی تھی، خندق کے آثار تو اب ختم ہو چکے ہیں، وہاں بڑی شاہراہ بن گئی ہے، جب خندق کھودی گئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ تین روز پیر، منگل اور بدھ کو دعا فرمائی، اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی، یہاں اور بھی چھوٹی چھوٹی کئی مسجدیں ہیں، یہاں سے فراغت کے بعد مسجد قبا گئے، یہ مسجد مدینہ منورہ سے جنوبی غربی جانب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی مسجد ہے، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور بنی عوف میں قیام فرمایا، تو آپ نے مع صحابہ کرام اپنے دست مبارک سے اس کو تعمیر فرمایا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے بعد یہ تمام مساجد سے افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مدینہ منورہ سے مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے، اس لیے مسجد قباء کی زیارت کے لیے جانا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"ان صلاۃ رکعتین فیہ کعمرۃ" کہ مسجد قباء میں دو رکعت کا ثواب مثل عمرہ کے ہے، چنانچہ یہاں دو رکعت ادا کی، اس کے بعد نماز ظہر آکر مسجد نبوی میں ادا کی۔

مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی صاحب کے یہاں کھانیکی دعوت

مادی چیزوں میں مدینہ منورہ کا تحفہ وہاں کی کھجوریں ہیں، اس لیے ایک روز مدینہ منورہ کی کھجور منڈی میں گئے اور وہاں سے کھجوریں خریدیں، ہمارے علاقہ کے مولانا حکیم محمد عثمان صاحب قاسمی ایک عرصہ سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، اس لیے پہلے روز بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور دوسرے روز بھی عشاء کی نماز بعد ان کے ساتھ ان کے گھر پر گئے، اگرچہ اس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں بھی ان کے یہاں کھانا کھا چکے تھے، اور وہ ہمارے مرکز میں بھی آچکے تھے، بلکہ مارچ ۲۰۰۶ء میں نقوش اسلام کے افتتاحی پروگرام میں بھی

شریک ہوئے تھے، مگر پہلی مرتبہ ان کو ہشاش بشاس خوش اور ہنستے ہوئے دیکھا، ان کو اگر معلوم ہوجائے کہ علاقہ کا کوئی آیا ہے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کی دعوت کریں اور اپنے دولت خانہ پر لے جائیں، حکیم صاحب سے مل کر خوشی ہوئی، وہ اچھی اور کشادہ طبیعت کے انسان بھی ہیں اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کے خلیفہ بھی ہیں، ۳۰/ مارچ کی شام کے بعد چونکہ ہندوستان واپسی کا پروگرام تھا، اس لیے ایک روز قبل ۲۹/ مارچ کو مسجد نبوی میں نماز ظہر پڑھ کر روضہ اقدس پر سلام پڑھ کر زیارت کے قبول ہونے اور مزید دین و دنیا کی حاجات کی دعائیں کی اور ظہر کی نماز بعد مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، اور ذوالحلیفہ یعنی بیر علی سے عمرہ کا احرام باندھا۔

مرشد الامت حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی
کی جانب سے عمرہ کا احرام

عمرہ کا یہ احرام راقم نے اپنے پیرومرشد، سیدی ومولائی حضرت اقدس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف سے باندھا، رات میں گیارہ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہنچے، تھکے ہوئے بہت تھے، اس لیے لیٹ گئے، اور فجر کی نماز بعد عمرہ کیا، طواف کیا اور سعی کی، اس کے بعد حلق کرا کر حلال ہوگئے، پھر ظہر حرم میں پڑھی، اور عصر کی نماز پڑھ کر طواف کیا، اور کعبہ کی چوکھٹ پر دعائیں کیں۔

وطن واپسی

اس طرح چھ دن مکے میں اور پانچ دن مدینہ میں رہ کر وطن واپسی کے لیے روانہ ہوئے، اور ہوٹل سے بس میں سوار ہوکر جدہ پہنچے، مغرب وعشاء ایئرپورٹ پر پڑھی، رات کو ۲/ بجے ایئر انڈیا کی فلائٹ سے سوار ہوکر صبح ۵۰-۸ پر دہلی کے ہوائی اڈے پر پہنچے اور

شام کو چار بجے کے قریب بخیر وعافیت الحمدللہ گھر پہنچے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ اس سفر کو قبول فرمائے، اس کے مقاصد میں کامیابی دے اور اس روداد کو بھی قبول فرمائے اور تمام پڑھنے والوں کو بیت اللہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل کا ایک یادگار سفر

تمہید

مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش کے ناظم جناب مولانا کبیرالدین فاران مظاہری راقم سے محبت کرتے ہیں، وہ ناکارہ کی تحریروں کو ''نقوش اسلام'' میں پڑھتے اور سراہتے ہیں اور وقعت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اورفون پر اس کا اظہار کرتے ہیں، ابھی چند ماہ پہلے انہوں نے راقم کو مدارس کے حالات اوران کی زبوں حالی سے متعلق احوال بتلائے اورمہمیز لگایا کہ اس سلسلہ میں کچھ لکھا جائے، چنانچہ راقم نے پانچ چھ ادارے مدارس کے مختلف پہلوؤں سے متعلق لکھے (۱) جن کو سنجیدہ طبقے نے اہمیت کے ساتھ پڑھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازا، مولانا دوتین سال سے مستقل فون کرتے رہے ہیں، اور ہمیشہ اپنے مدرسہ میں حاضری کی دعوت دیتے رہے ہیں، مگر راقم نہ جاسکا، کچھ نہ کچھ معقول عذر نکل ہی آتا، اب کہ انہوں نے کچھ اس انداز سے گفتگو کی اوراس طرح تمہید قائم کی، کہ ناکارہ کوئی عذر نہ کرسکا اور برجستہ کہنا پڑا کہ ان شاءاللہ ۷/رجولائی جمعرات کے روز آپ کے یہاں حاضر ہوں گا۔

پاؤنٹہ صاحب میں ہمارا استقبال

چنانچہ ۷/رجولائی ۲۰۱۱ء کی صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے بذریعہ کار مسروالا کے لیے نکلا

(۱) راقم نے کل بارہ ادارئیے تحریر کئے، جو مستقل کتابی شکل میں ''مدارس اسلامیہ کا نظام-تحلیل وتجزیہ'' کے نام سے شائع ہوئے اور پسند کئے گئے۔

اور عزیزم مولوی حمیداللہ قاسمی کبیرنگری اور مولوی سید محمد فاروق ندوی کو اپنے ساتھ لیا، بارش ہورہی تھی، سوادس بجے کے قریب ہم لوگ پاونٹہ صاحب پہنچے، جہاں سے مسروالا تقریباً ۱۱رکلومیٹر ہے، مولانا کبیرالدین صاحب وہاں اپنی گاڑی لے کر موجود تھے، ان کے بیٹے ڈرائیونگ کررہے تھے، اوران کے ساتھ قاری شیرعلی صاحب بھی تھے، جوان کے مدرسہ کے حفظ کے شعبہ کے ذمہ دار اور قدیم مدرس ہیں، چنانچہ مولانا سے ملاقات ہوئی اور پاونٹہ سے ان کی گاڑی میں بیٹھ کر مسروالا پہنچے، راستہ میں مولانا نے بہت سی باتیں بتلائیں کہ ہماچل میں ۳ر فیصد مسلمان ہیں اور مسروالا ضلع سرمور (ہماچل) میں سب سے زیادہ مسلمانوں والا علاقہ ہے، یوپی اور ہریانہ کے قریب ہماچل کی سرحد پر پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

مدرسہ قادریہ میں

مسروالا پہنچ کر پہلے مدرسہ کی چہاردیواری دکھلائی، ماشاءاللہ مدرسہ کی ۳۸ر بیگہ زمین ہے، جس پر مدرسہ کی شاندار پرشکوہ مختلف عمارتیں بنی ہوئی ہیں، مدرسہ کے صدر دروازہ سے داخل ہوئے، تو مختلف عمارات نظر آئیں، سب سے پہلے مولانا کے دفتر میں ٹھنڈا (لمکا) پیا، اس کے بعد مولانا درجہ حفظ کی تمام درس گاہوں میں لے کر گئے، اور فرمانے لگے کہ جس بچہ سے تجوید سے متعلق، قرآنی معلومات سے متعلق جو چاہیں سوال کیجئے، چنانچہ بچوں نے ماشاءاللہ بہت اچھے جوابات دئے، جس سے اچھا تاثر ہوا، درس گاہوں میں قالین اوران کے اوپر چاندنی بچھی ہوئی تھی، استاذ کے بیٹھنے کی جگہ پر دیوار سے ملتا ہوا سرکل (نصف گول دائرہ) ڈیسک نما لکڑی کا بنا ہوا تھا، جس سے بچہ استاذ کے پاس بیٹھ کر بھی دور رہے، جس سے مولانا کی دوراندیشی اور حسن انتظام کا اندازہ ہوا، اور طلبہ میں ثقافت، صفائی وستھرائی محسوس ہوئی، درس گاہیں اور برآمدہ بالکل صاف تھا، ہاسٹل میں

تخت کا انتظام ہے، مطبخ کا بھی معائنہ کرایا، جہاں عام طور سے گندگی رہتی ہے، مگر مولانا کا مطبخ صفائی میں ممتاز پایا، اجتماعی کھانے کا نظام ہے، اس کے لیے ایک وسیع اور صاف ستھرا ہال ہے، مدرسہ میں ایک تو درسگاہوں کی وسیع وعریض خوشنما اور دلکش دومنزلہ عمارت ہے، دوسرے طلبہ کی رہائش کی خوبصورت تین منزلہ بلڈنگ ہے، اساتذہ کے لیے اسٹاف کواٹرس، مہمان خانہ اور ہاسپٹل کی عمارت اور ایک خوشنما ۲/منزلہ مسجد ہے۔

مولانا کبیرالدین صاحب فاران کی خصوصیات

مولانا کبیرالدین صاحب فاران آفاقی ذہن اور بلند افکار ونظریات کے حامل عالم دین ہیں، جن کی ملت کے مسائل پر گہری نظر ہے، وہ زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو سمجھتے ہیں، اس لیے انہوں نے بہت سی اہم باتیں بتلائیں، ان کی ایک کتاب ''فاران ریڈیائی تقریریں'' ایک شاہکار کتاب ہے، جس میں زبان کی چاشنی اور سلاست، جملوں کی شگفتگی اور مواد کی کثرت اور ادب کی لذت وحلاوت موجود ہے، بہرحال مولانا جس تواضع اور اخلاص کے ساتھ سے ملے، کم ہی لوگوں میں وہ بات پائی جاتی ہے کہ انہوں نے اتنے بڑے مدرسہ کا ذمہ دار ہونے کے باوجود اخیر تک ایک حقیر کا ساتھ نبھایا، ورنہ تو اکثروں کو دیکھا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے لوازمات پیش آنے لگتے ہیں، پھر ایک بجے کے قریب کھانے سے فارغ ہوئے، کھانے کے بعد مولانا نے آرام کے لیے فرمایا اور فرمایا کہ ڈھائی بجے نماز ہوگی، اس کے بعد طلبہ کو کچھ خطاب ہو جائے۔

مدرسہ قادریہ کا تعارف

چنانچہ نماز کے بعد طلبہ کے سامنے مسجد میں پروگرام ہوا، پہلے ایک استاذ نے مدرسہ کا تعارف کرایا کہ یہ ادارہ حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری نے حضرت مولانا

شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی یادگار میں قائم فرمایا تھا، جس کا سنگ بنیاد مورخہ ۱۶/ شوال ۱۳۹۹ھ مطابق ۹/ستمبر ۱۹۷۹ء کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے رکھا تھا، جس میں اس وقت طلبہ کی تعداد چھ سو سے زائد ہے، ۶/درجے حفظ کے اور ۶/درجے ناظرہ کے ہیں اور عربی کی تعلیم مشکوۃ شریف تک ہوتی ہے، شعبہ مکاتب بھی قائم ہے، جس کے تحت ۲۰۵/مکاتب چل رہے ہیں، شعبہ مساجد بھی ہے جس کے تحت ستر سے زائد مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں۔

مدرسہ قادریہ میں راقم کا بیان

تعارف کے بعد راقم کو دعوت دی گئی، راقم نے پہلے تو مولانا کبیرالدین صاحب فاران کی دعوت اور ان سے تعلق پر روشنی ڈالی، پھر طلبہ کو بتلایا کہ آپ جو علم حاصل کر رہے ہیں، وہ اللہ کا نور ہے، جو دل میں ڈالا جاتا ہے، اور یہ گنہگار کو نہیں دیا جاتا، اس لیے گناہوں سے بچنے کی کوشش کی جائے، اس کے بعد ان کو اپنے اندر نافعیت پیدا کرنے کے لیے ابھارا، نیز یہ بتلایا کہ اپنے اندر اختصاص پیدا کیجئے، تاکہ زمانہ میں آپ کی نافعیت اور اہمیت ثابت ہو، پھر پروگرام کے ختم کے بعد مولانا نے چائے وغیرہ کا نظم کیا اور صحت سے متعلق ایک ٹانک Aloe Vera کی اہمیت وافادیت بتلائی کہ یہ متعدد امراض میں صحت کے لیے مفید ہے، اور آدھے لیٹر کی ایک شیشی ان کے ایک مدرس نے ہدیہ کے طور پر پیش کی، خود مولانا نے بھی بھاگلپوری چادر اور عطر پیش کیا، اس طرح وہاں چند گھنٹے قیام کر کے تقریباً ۴/بجے گھر کے لیے روانہ ہوئے اور الحمدللہ بعافیت گھر پہنچ گئے۔

ہماچل و پنجاب اور ہریانہ کا مثالی وممتاز ادارہ

ماشاءاللہ مولانا سے مل کر بہت خوشی ہوئی، ان کے کاموں کو دیکھ کر اور ان کی سوچ وفکر کو

سن کراوران کی بلند ہمتی وحوصلگی اورعزم کی پختگی کو دیکھ کراوران کی صحت، چستی اورفرتی کو دیکھ کرمحسوس ہوا کہ وہ بہت کام کرسکتے ہیں، اگران کوہمنوا احباب مل جائیں تو امت کو صحیح رخ پرلانے میں کامیابی مل سکتی ہے، مگر یہ زمانہ تونفسی نفسی کا ہے، کوئی کسی کو ماننے کے لیے تیار نہیں، پھرجس تیز رفتاری سے ان کا مدرسہ ترقی کرر ہا ہے، عمارات کی وسعت اورسلیقہ سے تعمیر، طلبہ کی زیادتی، اساتذہ کی محنت اوران کا حسن انتظام ان تمام باتوں کی بناپرراقم کو یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں کہ یہ ادارہ ہماچل، پنجاب وہریانہ کا ایک مثالی اور ممتازادارہ ہے، بلکہ میں نے تو عرض کیا کہ بعض چیزوں میں تو مغربی یوپی کے مدارس میں بھی وہ ممتاز ادارہ ہے، مولانا چونکہ اصول پسند آدمی ہیں، اس لیے ان کا نظم ونسق مضبوط اورقابل تقلید ہے، پھران کی کوشش صرف ہماچل تک ہی محدود نہیں بلکہ- اصلاً چونکہ وہ بہار کے ہیں، اس لیے- بہار میں بھی ان کے متعدد مدارس چل رہے ہیں، جہاں دینی، تعلیمی اوردعوتی کام ہورہا ہے، اللہ تعالی مولانا کی محنتوں کوقبول فرمائے اوران کے مدرسوں کودن دونی رات چوگنی ترقیات سے نوازے اور آپ کوصحت وسلامتی کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔

43

مدرسہ دینیہ غازی پورکا ایک سفر

تمہید

ستمبر۲۰۱۱ءکی ابتدائی تاریخوں میں رابطہ ادب اسلامی کی شاخ غازی پورکا مدرسہ دینیہ غازی پور سے ایک دعوت نامہ موصول ہوا، جوغازی پور کے صدر رابطہ ادب اسلامی مولانا عزیزالحسن صدیقی کی طرف سے تھا، اس کے ایک دو روز بعد مولانا عزیزالحسن صاحب صدیقی کے خلف الصدق مولانا سعودالحسن ندوی کا فون آیا، جنھوں نے دعوت نامہ یاد دلایا، اور پروگرام میں شرکت کے لیے فرمایا، مولانا سعود صاحب ہمارے ندوے کے سینئر ساتھیوں میں ہیں، فراغت کے بعد سے ان سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی؛ لیکن ۱۰ر اپریل ۲۰۱۱ء میں رابطہ ادب اسلامی کے پروگرام میں رائے بریلی میں ملاقات ہوگئی، ملاقات کیا ہم دونوں کا قیام ایک ہی کمرے میں تھا، اس لیے اس ملاقات اورتعلقات کی تجدید کے بعد مولانا کے دعوت نامہ اوریاد فرمانے پرغازی پور کے سفرکا پروگرام بنالیا۔

غازی پور کے لئے رخت سفر

۲۹رستمبر۲۰۱۱ءکو جموتوی ورانسی سے رات میں ساڑھے دس بجے سوار ہوکرصبح ایک بجے کے بعد بنارس پہنچے، ساتھ میں رفیق سفر کے طور پر مولوی حمیداللہ قاسمی کبیرنگری تھے، بنارس سے کارکا نظم تھا اورشام ساڑھے چار بجے کے قریب غازی پور پہنچے اورکھانا کھایا، پروگرام صبح یکم اکتوبر کو ہونا تھا، اس لیے رات میں آرام کیا، مولانا سعود صاحب نے بڑا اکرام کیا، اوران کے والد صاحب بھی اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود بڑے چاک وچوبند نظر آئے، اوروہ برابر راحت کا خیال کرتے رہے۔

سیمینار کی پہلی نشست میں حاضری

عالمی رابطہ ادب اسلامی ہند کی طرف سے اس ایک روزہ علاقائی مذاکرہ علمی کا عنوان تھا ''لسان العصر اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء'' اور اس کی صدارت عالمی رابطہ ادب اسلامی کے شعبہ برصغیر کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے فرمائی، یکم اکتوبر صبح ۳۰=۹ ربجے سے پروگرام کی افتتاحی نشست ہوئی، جس میں تلاوت کلام پاک اور نعت کے بعد حضرت مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، اور پھر صدر رابطہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا افتتاحی کلیدی خطاب ہوا، اور سکریٹری رابطہ حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندویؒ کی رابطہ سے متعلق رپورٹ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پڑھ کر سنائی۔

سیمینار کی دوسری نشست

اس کے بعد دوسری مقالات کی نشست ہوئی جس کی صدارت مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ العالی نے فرمائی اور نظامت مولانا خالد صاحب غازی پوری نے کی، اس نشست میں دس مقالات پیش کئے گئے، جو اکبر الہ آبادی اور ان کے معاصر شعراء سے متعلق مختلف عنوانات پر تھے، راقم سطور کا مقالہ بھی اسی نشست میں ''اکبر الہ آبادی اور ان کی شاعری'' کے عنوان سے پڑھا گیا۔

سیمینار کی تیسری نشست

تیسری نشست بعد نماز مغرب منعقد ہوئی، جس میں دس کے قریب مقالات پڑھے گئے اور ۹ ربجے کے قریب پروگرام ختم ہوا، اس طرح اکبر الہ آبادی سے متعلق ایک اچھا

خاصہ مواد سامنے آیا، اکبر ایک اچھے اور بلند فکر اور نظریات کے حامل اور طنز و مزاح کے ذریعہ اصلاح احوال کی کوشش کرنے والے بے تکلف شاعر ہیں، جن کو اچھا خاصا خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کی شاعری کے اصلاحی اور تنقیدی پہلو کو اجاگر کیا گیا۔

مدرسہ دینیہ غازی پور ایک قدیم دینی ادارہ ہے

مدرسہ دراصل غازی پور کا قدیم دینی ادارہ ہے، اس کا قیام ۱۳۵۰ھ میں ہوا، اس کے بانی استاذ العلماء حضرت مولانا عمر فاروق صاحب تھے، جن کا ۱۳۶۳ھ میں انتقال ہوا، اس کے بعد اس ادارے کے ذمہ دار مولانا عزیز الحسن صدیقی کے والد محترم حضرت مولانا ابوالحسن صدیقی ہوئے جو دیوبند کے فاضل تھے۔

مدرسہ دینیہ کا تعارف

۱۹۶۴ء میں ان کی وفات کے بعد مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی اس کے میر کارواں اور روح رواں متعین ہوئے، جنھوں نے اس ادارے کو دن دونی رات چوگنی ترقیات سے ہمکنار کیا، اور یہ غازی پور کے ممتاز اداروں میں شمار ہونے لگا، اس وقت اس کے تحت مختلف تعلیمی شعبے چل رہے ہیں مثلاً عربی، حفظ و تجوید، پرائمری سیکشن، جونیر سیکشن، شعبہ نسواں، ہائی اسکول کو چنگ (برائے طالبات) چلڈرن ہوم، اور رفاہی شعبے بھی چل رہے ہیں، مثلاً تبلیغ و اشاعت، افتاء، مجلس شرعی، مجلس صیانۃ المسلمین، دینیہ اکادمی، گشتی لائبریری، مولانا ابوالحسن لائبریری، کمپیوٹر سیکشن، اصلاح معاشرہ کمیٹی، وفاق مدارس اسلامیہ، شعبہ تدفین لاوارث میت، سمر اسلامک کیمپ، اسلامی ہاسٹل، شعبہ خدمت خلق، براہ راست مدرسہ دینیہ کی ۱۰ رشاخیں ہیں، اور ملحقہ مدارس ۲۸ رچل رہے ہیں، دو مجلّے ''تذکیر'' اور ''دین ودعوت'' نکل رہے ہیں، اور دوسری بہت ساری دعوتی اور دینی

سرگرمیاں چل رہی ہیں، ہمارے اکابرین میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اور دوسرے بزرگان دین اس ادارے میں تشریف لائے ہیں۔

غازی پور ایک مردم خیز علاقہ ہے

غازی پور بڑا ہی مردم خیز علاقہ ہے، جہاں پر پورے ضلع میں ۲۴/۲۵ لاکھ کی آبادی ہے، مسلمانوں کی آبادی ۵/ لاکھ ہے، غازی پور شہر کی کل آبادی ڈیڑھ لاکھ ہے جس میں مسلم آبادی ۵۰/ ہزار ہے، شہر میں اہل بدعت کا زیادہ زور ہے، حضرت مولانا عزیز الحسن صاحب نے اپنی تصنیفات اور مدرسہ سے شائع شدہ لٹریچر بھی پیش کیا، مولانا کی خود نوشت سوانح ''ہماں خاکم کہ ہستم'' بہت اہم اور معلوماتی کتاب ہے، اسی طرح ''تذکرہ مشاہیر غازی پور'' بہت اہم ہے، جس میں غازی پور کے ممتاز علماء ومشائخ، ادباء، مجاہدین حریت اور قومی کارکنوں کے ساتھ غازی پور اور جہاد حریت کی مختصر تاریخ بھی بیان کی گئی ہے، ماشاء اللہ مولانا عزیز الحسن صاحب کا قلم پختہ، سلیس، رواں اور برجستہ موتی بکھیرتا ہے، لکھنے کا انداز بہت شگفتہ اور شائستہ ہے، تذکیر میں آپ کے ادارے قابل دید ہوتے ہیں، پھر آپ جو فکر، سوچنے کا جو انداز اور غور کرنے کا جو سلیقہ پیش کرتے ہیں، اس سے عقل ودماغ کے سوتے تر ہوتے ہیں، اور فکر وتدبر کے نئے زاوئے سامنے آتے ہیں، پروگرام اور ہجوم کے وقت کچھ نہ کچھ کمی ہو ہی جاتی ہے، مگر پھر بھی مولانا سعود صاحب اور ان کے والد صاحب نے بہت کوشش کی؛ لیکن ان کو احساس ہوتا رہا کہ ہم آپ کا استقبال نہ کر سکے، شیخی ومرشدی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی سے بھی تفصیل سے ملاقات ہوئی، اور حضرت ناکارہ کی حاضری سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ سے بھی ملاقات ہوئی اور اسی طرح مولانا اقبال

صاحب، مولانا خالد صاحب غازی پوری ندوی، اور مولانا محمود حسنی ندوی سے بھی ملاقات ہوئی، بہر حال یہاں اچھا وقت گزرا۔

وطن واپسی

۲/ اکتوبر کی صبح ساڑھے نو بجے بذریعہ کار بنارس کے لیے چلے، پونے ۲/ بجے بنارس سے کاشی وشوناتھ سے لکھنؤ پہنچے، لکھنؤ تک استاذ محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری ساتھ آئے، لکھنؤ آٹھ بجے کے قریب پہنچے، سہارنپور کے لیے گاڑی میں ٹائم تھا، اس لیے عزیزم مولوی سید محمد ریاض ندوی کھانا اور کچھ کتابیں لے کر اسٹیشن پر پہنچ گئے، اسٹیشن کے قریب مسجد میں نماز عشاء ادا کی اور کھانا کھایا، پھر گیارہ بجے کے قریب لکھنؤ سے سہارنپور ایکسپریس سے سوار ہو کر ۳/ اکتوبر کو گھر پہنچے۔

فالحمدللہ علی ذلك

ممبئی اور سورت کا ایک یادگار سفر

تمہید

ہمارے ادارے میں ایک اسلامک سینٹر کی عمارت تعمیر ہوئی ہے، جس کے رنگ وروغن اور دروازے کھڑکیوں کے خرچ کے سلسلہ میں مخیّرین حضرات سے ملاقات کے لئے ممبئی کا سفر کیا، اس نوعیت کا یہ سفر پہلی مرتبہ ہوا، سفر چونکہ بہت سے حضرات اور مختلف الخیال وافکار لوگوں سے ملاقات اور تبادلہ خیال کا ذریعہ ہوا کرتا ہے، اس لئے ہمارے اس سفر میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا، ہمیں اپنے اس سفر کے متعلق ترتیب اور تفصیل سے یہ نہیں بتلانا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کن کن حضرات سے ملے، اور کس نے کتنا تعاون کیا، اور نہ یہ بتلانا ہے کہ کہاں سوئے، کہاں رہے، کہاں کھانا کھایا، دراصل بتلانا یہ ہے کہ مخیّرین سے تبادلہ خیال میں کیا باتیں سامنے آئیں اوران کی کیا چاہت اور خواہش ہے اور وہ مدارس اور اہل مدارس کے تئیں کیا جذبات ونظریات رکھتے ہیں۔

ممبئی میں

۱۶؍جنوری ۲۰۱۴ء کو رات میں ساڑھے آٹھ بجے باندرہ ہریدوار سپر فاسٹ ایکسپریس پر ٹپری (سہارنپور) سے سوار ہوکر اگلے روز ۱۷؍جنوری کو رات میں ساڑھے دس بجے باندرہ پہنچے، ساتھ میں مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری تھے، ہمارے میزبان جناب الحاج شکیل احمد صاحب اسٹیشن پر اپنی گاڑی لئے استقبال کے لئے موجود تھے، کرلا میں ان کے گھر کھانا کھایا، پھر ان کے آفس میں مستقل قیام رہا، جنہوں نے میزبانی کا حق ادا کر دیا،

اللہ تعالیٰ ان کو اوران کے بھائی شریف خان کو خوش رکھے اوران کے کاروبار میں ترقی عطا فرمائے کہ ہم تین دن کے علاوہ بقیہ ۱۶؍دن انہیں کے یہاں مقیم رہے۔

ایم آئی جی کالونی کرلا میں

اگلے روز صبح کو شکیل بھائی نے الحاج نذیر احمد صاحب سے ملاقات کرائی، یہ ہمارے مدرسہ میں آچکے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ میرے پاس دو غیر مقلد عالم آئے، اورانہوں نے تقلید کے سلسلہ میں گفتگو کرنا چاہی، میں نے ان کو بتلایا کہ سورۂ فاتحہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ ''توحید'' ہے، اور ایاک نعبد سے آخر سورت تک یہ ''تقلید'' ہے، بس یہ سنتے ہی وہ غیر مقلد چلتے بنے، مجھے نذیر بھائی کی یہ بات پسند آئی کہ تقلید کے مسئلہ کو اتنی آسانی سے چٹکیوں میں سمجھا دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مولانا رضوان اللہ صاحب صدیقی سے ملاقات

مغرب کی نماز بعد ہماری مولانا رضوان اللہ صدیقی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بہت محبت واکرام کا معاملہ کیا، تعاون بھی کیا اور دوستوں سے ملاقات بھی کرائی، اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست علم عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود جو بات ان کو دریافت طلب یا تحقیق طلب معلوم ہوتی ہے، اس کے معلوم کرنے میں کوئی تکلف نہیں کرتے، چنانچہ انہوں نے معلوم کیا کہ کرسی پر معذور آدمی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، اوراگر پڑھ سکتا ہے تو کیا بیچ، اسٹول یا کرسی ہی میں لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے دونوں مسئلہ کے سلسلہ میں بیہقی کی روایت کا حوالہ بھی دیا، جس سے جواز تو خود معلوم ہوگیا، مگر مجھے تحقیق نہیں تھی، اس لئے میں نے کہا کہ تحقیق کے بعد بتلاؤں گا، انشاء اللہ، پھر اگلی ملاقات پر انہوں نے راقم کی کتاب ''قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت'' میں مرزا قادیانی جو

اپنے جھوٹے دعووں میں اپنے آپ کو بروزی اورظلی کہتا ہے،اس سلسلہ میں پوچھا کہ اس سے وہ کیا کہنا چاہتا ہے،اسی طرح انہوں نے راقم کی کتاب ’’امامت کے احکام ومسائل‘‘ میں بدعتی کی امامت کے سلسلہ میں سوال کیا کہ ابھی تک ہمارے علماء ان کیلئے نرم رویہ اور اعتدال کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں،اوران کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں،مگر یہ لوگ بہت ہی متشدد،متعصب اور گمراہ کن عقیدہ اختیار کئے ہوئے ہیں،اس سلسلہ میں ہمارے علماء بھی لکھیں کہ جس بدعتی کے عقائد گمراہ کن ہوں اس کے پیچھے نماز جائز نہیں،اس طرح ان کے اس تحقیقی مزاج سے بڑی خوشی ہوئی۔

ایک رات وسئی روڈ میں

۱۹؍جنوری کی صبح وسئی روڈ گئے، وہاں ہمارے رفیق سفر مولوی حمیداللہ قاسمی کبیرنگری کے گاؤں ’’جوری‘‘ کے لوگ رہتے ہیں،ان حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، وہ بھی بڑی محبت اور ہمدردی سے ملے اور تعاون کیا،مغرب بعد مولانا سرور صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بعض سیاسی مسائل پر گفتگو کی، خاص طور سے مظفرنگر کے حالات کے متعلق بڑی فکرمندی اور ہمدردی کا اظہار کیا اورمسلمان قائدین اورزعماء کی بے حسی کے سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا، پھرصبح کو وہاں سے نالہ سپارہ ہوتے ہوئے قیام گاہ پہنچے۔

رفیق بھائی سٹی گول والے

اگلے روز ایک تاجر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بڑی محبت وعقیدت کا معاملہ کیا، تعاون کا وعدہ کیا،ان کی ایک نئی دکان کی سیٹنگ ہورہی تھی،جس کے لئے انہوں نے کہا کہ حضرت یہ کل مکمل ہوجائے گی،آپ شام کے وقت دعا کرادیجئے گا،ہماری کتابوں اور تحریروں سے وہ بہت متأثر ہوئے،بعض احباب کو اس کا علم ہوگیا،تو انہوں نے ان کو بدظن

کردیا،اس لئے کہ اگلے دن تاجر صاحب کا فون آتا ہے کہ مولانا آج آپ نہ آئیں بلکہ دودن بعد میں فون کروں گا،تب آنا،اس کے بعد انہوں نے نہ بلایا نہ فون کیا اور نہ فون اٹھایا اور What,s app (وہاٹس اپ) بھی بلاک کردیا، اس کے بعد کئی مرتبہ ان کی دوکان کے چکر کاٹے مگر وہ نہ ملے، آخر ایک دن جب انتظار کرتے کرتے ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ ہوگیا،توان کے کام کرنے والوں نے فون پر ان کو ہماری آمد کے سلسلہ میں بتلایا،تو انہوں نے اپنے منیجر کے ذریعہ تعاون کروایا،البتہ ملاقات نہ ہوئی،اللہ ہی بہتر جانے کیا معاملہ ہے۔

الحاج احمد مکلائی کے یہاں

ہمارے دیرینہ خیرخواہوں اورمخلص اہل تعلق میں ہمارے دوست وکرم فرما جناب الحاج احمد مکلائی صاحب ہیں، جو ہماری تحریروں کو ایک زمانے سے پڑھتے ہیں،ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے محبت ہے،اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خصوصیات سے متصف فرمایا ہے، دین داری کے ساتھ دین پسندی ان کا مزاج ہے،اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے،کئی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی،اور ہر مرتبہ انہوں نے اپنی محبت وتعلق اور ہمدردی کا بھرپور اظہار فرمایا،اوراپنے بعض بے تکلف دوستوں سے بھی ملاقات کرائی،اللہ تعالیٰ ان کی محبت وتعلق کو قبول فرمائے،اوران کے کاروبار میں خوب ترقی عطا فرمائے۔

سوناپور بھانڈوپ میں

۲۳؍جنوری کی شام کو ہمارے ایک دوست جناب انجینئر کیوایس خان صاحب نے دعوت کررکھی تھی، اس لئے مغرب بعد سوناپور بھانڈوپ جانا ہوا، اوران کے ساتھ کھانا کھایا، اور کچھ علمی تبادلہ خیال ہوا، ان کی کتاب ’’ دولت مند کیسے بنیں‘‘، اس پر راقم کا

مقدمہ ہے، جس کو انہوں نے ''قانون ترقی'' کے نام سے شائع کیا، میں نے کہا کہ آئندہ ایڈیشن میں نام بدل دیجئے، کیونکہ قانون کے نام سے ہر آدمی بھاگتا ہے اور ''دولت مند کیسے بنیں؟'' یہ ہر آدمی کے دل کی آواز ہے اور آدمی آج کل جو بھاگ دوڑ کررہا ہے، اس کی ساری کوشش اسی میں صرف ہورہی ہے، کہ وہ متمول کیسے بن جائے، ان کو بھی یہ بات پسند آئی، اور انہوں نے نام بدلنے کا وعدہ کیا۔

خلیلیہ مسجد کرلا میں

۲۴؍جنوری کو جمعہ کی نماز سے قبل کرلا کی مسجد خلیلیہ میں تقریر کا پروگرام طے تھا، اس لئے وہاں نماز جمعہ سے قبل محبت رسول اور عشق رسول سے متعلق بیان ہوا، ممبئی میں اکثر جگہ بدعتی لوگوں کی بہتات معلوم ہوئی، اور ان کا صرف زبانی دعوی عشق رسول کا ہوتا ہے، کہ جو عاشق رسول نہیں وہ مسلمان نہیں، عمل اور اتباع سنت کا ان کے یہاں کوئی اہتمام نہیں، اس لئے ان کو بتلایا کہ عشق رسول کا کیا تقاضہ ہے، اور عاشق رسول پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور صحابہ کرام نے عشق رسول کے کیسے کیسے نمونے پیش کئے، اس کی مثالیں دیکر سمجھایا۔

میرا روڈ میں الحاج امجد بھائی سے ملاقات

جمعہ کے بعد جناب الحاج امجد بھائی کو میرا روڈ میں فون سے مطلع کردیا تھا، اس لئے عصر سے قبل وہاں پہنچ گئے، عصر بعد ان کی مسجد میں ان سے تفصیل سے بات چیت ہوئی، بہت سے مسائل کے سلسلہ میں تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے بتلایا کہ اپنے علاقے مظفرنگر میں فسادات سے متاثر لوگوں کے لئے ایک کالونی بھی بنارہے ہیں، وہ کئی سال قبل الحاج عتیق احمد صاحب رائے پوری کے ساتھ راقم کے غریب خانہ پر آچکے ہیں، پھر رائے پور کی

نسبت کی بنا پر انہوں نے بہت اکرام کیا، مغرب کے بعد وہ اپنے آفیس میں لے گئے، وہاں بھی بہت سی باتیں ہوئیں، وہیں انہوں نے کھانے کا نظم کیا، رات میں ان کے مہمان خانے میں قیام ہوا۔

ممبئی کی جامع مسجد میں

وہاں سے صبح ناشتہ کے بعد جامع مسجد ممبئی پہنچے، جہاں ہمارے ایک دوست مولانا سید سعد ندوی رہتے ہیں، جو ہمارے استاذ محترم مولانا سید سلمان نقوی کے ماموں زاد بھائی ہیں، اور آج کل دبئی کی ایک کمپنی ''شرکہ ماجد'' کے تحت وہاں ڈیجیٹل لائبریری کے سلسلہ میں کام کررہے ہیں، یہ آج کل کتابوں کو محفوظ کرنیکا اچھا طریقہ ہے، انہوں نے دوپہر کے کھانے کا نظم ہوٹل میں کیا، اور بہت محبت و ہمدردی کا معاملہ کیا اور بعض ندوی احباب کا پتہ بتلایا، جامع مسجد کے پاس ہی حاجی عبدالرحمٰن صاحب (عطر والے) سے ملاقات ہوئی، وہ بھی بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔

مولانا رشید احمد ندوی سے ملاقات

پھر مولانا سعد صاحب کی رہنمائی سے صوفی عبدالرحمٰن صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا رشید احمد ندوی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بہت ہمدردی کا مظاہرہ کیا، اپنے بعض احباب سے تعارف کرایا اور اپنے مکان کے متعلق بتلایا کہ یہاں حضرت تھانوی کو چھوڑ کر اکثر اکابرین تشریف لائے ہیں، کئی مرتبہ مولانا سے ملاقات ہوئی، ہر مرتبہ انہوں نے محبت وتعلق کا ثبوت دیا، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، پھر جناب فیضان اعظمی سے ملاقات وتعارف ہوا، انہوں نے بڑی ہمدردی کی، دو مرتبہ ہوٹل پر کھانے کی دعوت کی، اور اپنے بعض دوستوں سے ملاقات بھی کرائی، اور اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کی،

خاص طور پر زبیر بھائی نے بڑی دلچسپی لی، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

رحمانیہ مسجد کرلا میں

کرلا ہی میں رحمانیہ مسجد میں ہمارے کلاس فیلو مولانا آصف ندوی لکھنوی سے بھی ملاقات ہوئی، چنانچہ مولانا آصف صاحب سے ندوہ سے فراغت کے بعد تقریباً پندرہ سال کے بعد پہلی ملاقات ہوئی، مولانا نے بڑا استقبال کیا، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور اپنے متعلقین مخیّرین سے تعاون بھی کرایا، وہ طالب علمی کے زمانہ میں بہت یکسومزاج اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے، اللہ تعالی نے بہت اونچا مقام عطا کیا ہے، اللہ تعالی ان کو ان کی محبت وہمدردی اور تعلق کا دارین میں صلہ عطا فرمائے۔

حج ہاؤس میں

۲۷/ جنوری کو ہم حج ہاؤس گئے، وہاں ہمارے قدیم دوست اور چاہنے والوں میں مولانا شاہد ناصری صاحب مدیر ''حج میگزین'' سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پرتپاک استقبال کیا، اپنی کتابیں پیش کیں، راقم نے بھی اپنی بعض چیزیں پیش کیں، مولانا نے اپنے ایک محبّ ڈاکٹر محمد علی کے نام خط لکھا، مگر سوئے اتفاق کہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی، اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محبت وہمدردی کا صلہ عطا فرمائے۔

ناگ دیوی اسٹریٹ میں ایک تاجر سے ملاقات

پھر اسی دن ایک تاجر کے پاس گئے، ان کے سامنے پہلے سے ایک مولانا بیٹھے ہوئے تھے، جن سے وہ دعوت کے سلسلہ میں گفتگو کررہے تھے، جب ہم پہنچے، تو ہم نے بھی ان کی دعوتی گفتگوسنی، وہ دعوت کا ایک خاص مفہوم سمجھ رہے تھے کہ غیروں کو کیسے دعوت دینی

چاہئے، اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ ان کے اندر اس کی فکر رچ بس گئی، ہم نے قرآن کریم کی روشنی میں ان کو دعوت کا مفہوم سمجھایا، اور بتلایا کہ دعوت کا صرف ایک ہی مفہوم صحیح نہیں ہے، دعوت کا مفہوم وسیع ہے، اور دعوت کا کوئی صرف ایک ہی طریقہ منصوص نہیں ہے، دوسری ملاقات میں بھی ان سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی، اسی دوران ان کے ایک جاننے والے آگئے، جو سماجی مسائل سے دلچسپی لیتے ہیں، وہ کہنے لگے کہ دعوت کا باب تو نہ بخاری میں ہے نہ کہیں حدیث میں، نہ فقہ میں کہیں ہے، ہم نے کہا کہ پورا قرآن وحدیث اور ان دونوں کی تشریح یہ دعوت ہی تو ہے، کلمہ پڑھو، توحید ورسالت کا عقیدہ اختیار کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، یہ سب دعوت ہی تو ہے، پھر ان کو بتلایا کہ نبی کے طریقے پر اور صحابہ کے طریقے پر جو دعوت دی جائے، تو وہ مؤثر ہوتی ہے، وہ کہنے لگے کہ مجھے تیس سال ممبئی میں ہوگئے، مجھے تو آج تک کوئی نہیں ملا، جو نبی کے طریقے پر دعوت دیتا ہو، بہرحال وہ صرف غیروں کو دعوت دینے ہی کو دعوت سمجھ رہے تھے۔

ایک دعوتی مزاج کے حامل تاجر سے ملاقات

ایک روز ایک دیندار اور دعوتی مزاج کے حامل تاجر صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے جمعرات کو صبح ۸/ بجے ناشتہ پر بلایا، ان کی قیام گاہ پر پہنچے، اول اول تو تعارف کا سلسلہ قائم ہوا، اس لئے کہ پہلے سے دو عالم بھی وہاں موجود تھے، تعارف کے بعد ان داعی تاجر نے دعوت کے سلسلہ میں گفتگو کی اور اپنے مدارس ومکاتب کے دوروں کے سلسلہ میں اور زندگی کے تجربات کے سلسلہ میں گفتگو کی، ان کی گفتگو ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی، یہ تاجر صاحب خالص دنیاداری کا مزاج رکھتے تھے، مگر اللہ کی توفیق سے ان کی زندگی میں انقلاب آگیا، اور ان کا دعوتی ذہن بن گیا، پھر انہوں نے اگلے دن اپنے آفیس میں

بلایا اور تعاون کیا، وہاں بھی تقریباً پونہ گھنٹہ ان کا سلسلہ کلام جاری رہا، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔

ایک بڑے مخیّر تاجر سے ملاقات

اسی طرح ایک بہت بڑے مخیّر تاجر سے ملاقات ہوئی، ان سے بھی مدارس کے سلسلہ میں تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے فرمایا کہ مدارس میں فیس کا نظام نافذ کیا جائے، جس سے مدارس کو فائدہ ہو، اور بعض صنعتی شعبوں کے سلسلہ میں بھی بات چیت کی اور تعاون کا وعدہ بھی کیا، اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

ایک دن جوگیشوری میں

ایک روز ایک مخلص دوست کی معرفت مومن نگر میں مولانا محمد ہارون صاحب سے ملاقات اور تعارف ہوا، انہوں نے بتلایا کہ آج کل ہمارے یہاں تعاون کا کام بند ہے، اس لئے کہ بعض غلط لوگ آئے، جن کی وجہ سے فی الحال کام بند کرنا پڑا، پھر انہوں نے تفصیل سے بتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ بعض ایسے ایسے لوگوں نے بے راہ روی اختیار کی، اور بدعنوانی کی کہ اگر نام لوں تو آپ بھی شرما جائیں، بہرحال آئندہ رابطہ رکھنے کا اور تعاون کا وعدہ کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ایک رات بورے والی میں

یکم فروری کو ایک اہل تعلق الحاج غلام مصطفیٰ صاحب کی دعوت پر ان کے دولت خانہ ''بورے والی'' گئے، ان کا لڑکیوں کا مدرسہ ''جامعۃ الصالحات'' نالاسپارہ میں ہے، ان کے یہاں قیام رہا، مصطفیٰ بھائی سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں، نومسلموں کو سرٹیفکیٹ

فراہم کراتے ہیں، کسی کی شادی کراتے ہیں، اس روز بھی ایک نومسلم کا ختنہ کرا کر آئے تھے، انہوں نے پرتکلف دعوت کی، ۲؍فروری کی صبح وہاں سے واپس ہوتے ہوئے مالونی ملاڈ جانا ہوا، جہاں مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری کے چچازاد بھائی مولانا محمد ارشد صاحب قاسمی سے ملاقات ہوئی، ان کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا، اور شام کو اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔

مدرسوں میں بچوں کو ناشتہ نہیں دیا جاتا

ایک تاجر کا اظہار تشویش

۳؍فروری پیر کو ایک تاجر کے پاس گئے، انہوں نے مدارس میں جو کھانے کا طریقہ ہے کہ طلبہ لائن لگا کر کھانا لیتے ہیں، اور پھر ہاتھ میں لیکر جاتے ہیں، ایک جگہ یا ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر نہیں کھاتے، اس سلسلہ میں انہوں نے فکرمندی ظاہری کی اور کہا ڈائننگ ہال ہونا چاہئے، پھر انہوں نے کہا کہ ایک تکلیف کی بات یہ ہے کہ اکثر مدارس میں طلبہ کو ناشتہ نہیں دیا جاتا کہ ہمیں بہت سے علماء بتاتے ہیں کہ ناشتہ کا بجٹ نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ اکثر بڑے مدارس اور بہت سے متوسط مدارس میں ناشتہ کا نظم نہیں ہے، البتہ جو نئے مدارس یا متوسط سے کم درجہ کے ہیں ان میں ناشتہ ملتا ہے، اور ہمارے یہاں بھی ملتا ہے، انہوں نے کہا کہ جب کہ اساتذہ اور ذمہ داران تو ناشتہ کرتے ہیں، میں نے کہا کہ طلبہ بھی اپنا ناشتہ کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جو مالدار ہیں وہی تو کرتے ہیں، غریب طلبہ کیسے کریں گے، میں نے کہا کہ یہ بجٹ والی بات صحیح نہیں ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس کی طرف دھیان نہیں دیا گیا، ورنہ کیا بات ہے کہ مدرسے والے جب کسی بلڈنگ، مسجد، وضوخانہ، کتب خانہ، باؤنڈری کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو مخیّرین سے ملتے ہیں، تو مخیّرین حضرات تعاون کرتے ہیں، تو کیا ناشتہ کا بجٹ بنا کر مخیّرین سے ملا جائے تو مخیّرین نہیں دیں گے، بالکل دیں گے، پھر یہ عذر صحیح نہیں ہے، ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی ان تاجر صاحب نے توجہ دلائی کہ

بڑے مدارس کے اندر بھی ناظرہ اور حفظ کا شعبہ ہے، یہ شعبہ چھوٹے مدارس میں ہونا چاہئے، وہاں حفظ وناظرہ کر کے پھر طلبہ بڑے مدارس میں آ جائیں۔

ایک روز سورت میں

۴؍فروری منگل کی صبح سورت آ گئے، حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب سے ملاقات ہوئی، بڑی محبت سے پیش آئے، وہ ناکارہ کی تحریروں کو پسند کرتے ہیں، انہوں نے اپنے ہوٹل میں قیام کرنے کے لئے فرمایا، مگر چونکہ اپنے دوست حافظ ریاض الدین کو اطلاع دے چکا تھا، اس لئے ان کے یہاں قیام کیا، بدھ کی صبح جامعۃ القرأۃ کفلیۃ جانا ہوا، ظہر بعد قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے کہا کہ صبح آپ کو اپنا انگلش میڈیم اسکول دکھلائیں گے، چنانچہ جمعرات کو ساڑھے دس بجے ان کے امن انگلش میڈیم اسکول ڈھابیل میں ان کے بیٹے عزیزم مولوی محمد یوسف سلمہ کار سے لیکر گئے، وہاں بچوں کے اسمبلی اور ثقافتی پروگرام میں شرکت کی، پھر حضرت قاری صاحب کے حکم سے طلبہ وطالبات کو نصیحت وبیان کرنے کا اعلان ہوا، تقریباً آدھا گھنٹہ راقم کا بیان ہوا، زبانوں کی اہمیت اور انگریزی کے سلسلہ میں گفتگو کی، اور بچوں کی انگریزی کی صلاحیت کو سراہا اور ان کو مبارکباد دی، پھر قاری صاحب نے ہر درجہ کا الگ الگ معائنہ کرایا، جہاں ۷۰۰؍بچے بچیاں داخل ہیں، فی الحال ساتویں کلاس تک یہ اسکول چل رہا ہے، ہر سال ایک درجہ بڑھاتے ہیں، اسکول کی عمارت کشادہ، صاف ستھری اور مضبوط ہے، جس میں دسویں تک کی کلاسوں کا نظم ہے، بہت اچھا نظام معلوم ہوا کہ اسلامی ماحول میں رہ کر بچے بچیاں انگریزی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

مولانا عبدالقیوم صاحب سے ملاقات

پھر ظہر بعد حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کے پاس ان کے ہوٹل میں آ گئے، ان سے تفصیل سے گفتگو ہوئی، ان کے بیٹوں اور بھائیوں سے ملاقات ہوئی، وہ چلیاں برادری سے تعلق رکھتے ہیں، داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ بھی اسی برادری سے تعلق رکھتے تھے، اللہ تعالی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رکھے، رات میں ۷؍فروری کو سوا بجے گولڈن ٹیمپل سے سوار ہو کر جمعہ کو رات ہی میں ساڑھے گیارہ بجے سہارنپور پہنچ گئے، اور اسی وقت بحمد اللہ بعافیت گھر پہنچ گئے۔

تمام مخلصین اور معاونین کا شکریہ

اس سفر میں بہت سے اچھے مخیّرین اور بعض اہل تعلق سے بھی ملاقات ہوئی، مگر ان کا نام کے ساتھ ذکر نہیں آیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سفر نامے میں کوشش کی گئی ہے کہ صرف کھانے پینے، ملنے جلنے، اٹھنے بیٹھنے کا ہی ذکر نہ ہو بلکہ جہاں کوئی تبادلہ خیال یا کوئی ایسی بات ہوئی، جس سے راقم کو یا قارئین کو کوئی فائدہ ہو سکے، اسی کا ذکر کیا ہے، اسی کے تناظر میں اس کو پڑھا جائے، باقی شکرگزار تمام معاونین، مخلصین اور محبین کا ہوں جن کی کسی بھی طرح کی ہمدردی حاصل ہوئی، اللہ تعالی تمام ہمدردوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

52

معہدالاسلامی مانک مئو میں حاضری

تمہید

شہر سہارنپور کے جنوب میں تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بستی ''مانک مئو'' کے نام سے آباد ہے، وہاں پر لب سڑک ایک ادارہ قائم ہے، جس کو ''المعہد الاسلامی'' کہا جاتا ہے، اس ادارہ کے روح رواں اور ناظم حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ندوی ہیں، جن کی محنتوں اور کوششوں سے یہ ادارہ ایک تناور درخت کی طرح نظر آرہا ہے، جو ''أصلها ثابت وفرعها فی السماء'' کا منظر پیش کررہا ہے۔

مولانا ناظم ندوی کی دعوت پر راقم کی حاضری

راقم کی حضرت مولانا محمد ناظم ندوی سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ اپنے ادارے میں حاضری کی دعوت دیتے، ان کی کئی مرتبہ دعوت کی بنا پر مجھے شرم آئی کہ بڑے کسی چھوٹے سے محبت کا معاملہ کریں تو اس کو بھی اس کا لحاظ کرنا چاہئے، چنانچہ راقم نے ارادہ کیا کہ ضرور حاضری دی جائے اور ۱۵/اپریل ۲۰۱۴ء کو بعد نماز ظہر ''المعہد الاسلامی مانک مئو'' میں حاضری ہوئی، مولانا ناظم ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی، بہت خندہ پیشانی سے ملے، راقم ان کی تواضع، ملاقات اور ان کی علمی و ادبی گفتگو سے بہت متأثر ہوا، مولانا سے زمانہ طالب علمی سے دید وشنید اور ملاقات ہوتی رہی ہے، جس زمانہ میں راقم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں پڑھتا تھا، تو ان کی ایک کتاب ''شاہکار تقریریں'' دیکھی تھی، ملاقات پر میں نے اس کا بھی تذکرہ کیا اور ان کی ادبی تحریروں کے اندر جو شگفتگی اور متانت

ہوتی ہے اور ماہنامہ ''حراء کا پیغام'' کے آخر میں ان کا جو آخری صفحہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ان سے معلوم کیا کہ آپ کو یہ تحریری اور ادبی ذوق کیسے حاصل ہوا، اور چونکہ وہ ضلع سہارنپور کے پہلے ندوی ہیں، اس لئے ان سے اس سلسلہ میں بھی بات چیت کی کہ آپ کو اس زمانے میں ندوہ پہنچنے کا کیسے خیال پیدا ہوا اور کیا محرکات وعوامل تھے جس کی بنا پر آپ ندوہ گئے، مولانا نے اس سلسلہ میں بڑی متانت سے گفتگو کی، علاوہ ازیں ایک فکری مشورہ بھی پیش کیا کہ نوجوان قلم کاروں کی ہر ماہ ایک مجلس ہونی چاہئے، جس میں کسی علمی اور ادبی موضوع پر تحریری طور پر کچھ لکھ کر پیش کیا جائے اور اس سلسلہ میں ورکشاپ منعقد ہوتی رہے، جس سے آپس میں قلمکاروں کا ایک جوڑ اور رابطہ رہے گا اور بہت سی چیزیں سامنے آئیں گی، راقم کو یہ بات بہت پسند آئی، میں نے عرض کیا کہ اس کی ابتداء کردی جائے اور آپ کی سرپرستی میں یہ سفر طے ہونا چاہئے۔

معہدالاسلامی کا تعارف

معہد الاسلامی کے سلسلہ میں مولانا نے بتلایا کہ ۱۹۹۰ء میں اس کی تاسیس ہوئی، اور موجودہ جگہ پر ۱۹۹۲ء سے شروع ہوا، یہ ادارہ پہلے مانک مئو گاؤں میں تھا، بعد میں اس کے لئے لب سڑک زمین خریدی گئی، فی الحال الحمد للہ اکیس بیگہ اراضی پر ادارہ کی عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں، اس وقت المعہد الاسلامی میں ایک ہزار ترپن (۱۰۵۳) طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں، اس ادارہ میں عربی کی تعلیم ندوہ کے نصاب کے مطابق عالیہ ثانیہ تک ہے، جہاں عصری تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے، یہاں سے ایک فکری ماہنامہ ''حرام کا پیغام'' بھی نکلتا ہے۔

مرکز کی جانب سے معہدالاسلامی کے طلبہ کو علمی ہدیہ

راقم نے یہ سوچا کہ المعہد میں حاضری ہورہی ہے تو اس معہد کے آخری درجہ کے طلبہ

کے لئے کوئی علمی تحفہ پیش کرنا چاہئے چنانچہ ''سراج القاری شرح صحیح البخاری'' جو حضرت مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا کی تصنیف ہے، اس کی تین جلدیں عالیہ ثانیہ کے تمام طلبہ کے لئے پیش کیں اور کچھ قرآن شریف بھی معری اور مترجم مولانا کی خدمت میں ہدیہ کئے، مولانا نے اس کیلئے یہ تقریب کی کہ عربی درجات کی عمارت کے ایک دفتر میں تمام طلبہ کو حاضر کیا اور راقم کے سامنے ہی پہلے تعارف کرایا، پھر شرح بخاری تقسیم کی، وہاں مولانا کے صاحبزادے مولانا شاکر فروخ ازہری اور مولانا انعام اللہ قاسمی بھی موجود تھے، اس طرح مولانا کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ نشست رہی اور مولانا نے ناشتہ کرایا، ماشاء اللہ اس وقت المعہد الاسلامی اپنی عمارت اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ندوۂ ثانی محسوس ہو رہا تھا، اللہ تعالی مولانا موصوف اور المعہد کو قبول فرمائے اور اس کو خوب ترقیات سے نوازے اور اس کے فیض کو پورے عالم کے اندر پہنچائے۔

حضرت شیخ یونس کی مجلس میں شرکت

معہد الاسلامی سے فراغت کے بعد مظاہر علوم میں حاضری ہوئی، عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کی مجلس میں شرکت کی اور دعا کی درخواست کی، اس کے بعد رفیق درس مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی سے ملاقات ہوئی، مظاہر میں مولانا چونکہ شعبہ عربی ادب کے ذمہ دار ہیں، اس لئے ان سے کچھ ادب عربی کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور مغرب بعد واپسی ہوئی۔

دارالعلوم میل کھیڑلا راجستھان کا ایک سفر

تمہید

۲۶ رمئی ۲۰۱۵ء کو سرائے روہیلہ دہلی سے بھرت پور راجستھان کے ایک عظیم ادارے دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا کا پروگرام تھا، جس کے لئے پندرہ بیس روز قبل مولانا راشد صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم میل کھیڑلا دعوت دینے کیلئے تشریف لائے تھے، چنانچہ ان کو ۲۶ رمئی کا وقت بتلایا تھا کہ اس تاریخ میں ہمیں دہلی میں سرکاری آفس میں ایک کام ہے، وہاں سے فراغت کے بعد آپ کے یہاں جائیں گے۔

میل کھیڑلا کے لئے روانگی

اس لئے مولانا راشد صاحب ۳ ربجے شام کو سرائے روہیلہ مدرسہ قاسم العلوم میں پہنچ گئے اور وہاں سے ان کے ساتھ بھرت پور کیلئے روانگی ہوئی، ساتھ میں مفتی ظہورالدین صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ قاسم العلوم سرائے روہیلہ اور ان کے برخوردار مولوی لقمان ندوی بھی تھے، عصر کے وقت مفتی ظہورالدین صاحب کے گاؤں ڈھاک پوری پہنچے، جہاں پر انہوں نے ''المرکز الاسلامی'' کے نام سے ایک نیا تعلیمی ادارہ قائم کیا ہے، عصر پڑھ کر وہاں سے میل کھیڑلا کیلئے چلے، مغرب کی نماز جامعۃ الامام ابی حنیفہ موضع بیملی کی مسجد میں پڑھی، اس کے ذمہ دار مولانا راشد صاحب کے بہنوئی مولانا اطہر صاحب ہیں، یہ ایک نوخیز ادارہ ہے، جہاں بچوں کی تعلیم کے ساتھ بچیوں کی تعلیم کے لئے بھی ادارہ قائم ہے، عشاء سے قبل دارالعلوم میل کھیڑلا پہنچے، رات و دن کے تھکے ہارے تھے، اس لئے نماز پڑھ کر کھانا کھا کر سو گئے۔

دارالعلوم بشیریہ سیکری میں

صبح کا ناشتہ دارالعلوم بشیریہ جھنجھار روڈ سیکری میں مولانا حامد میاں ندوی کے یہاں کیا، یہ مولانا راشد صاحب کے داماد اور مدرسہ کے ذمہ دار ہیں، یہ ادارہ دارالعلوم میل کھیڑلا کی شاخ ہے، جس کی لمبی چوڑی زمین ہے، مدرسہ کے ساتھ آٹھویں تک اسکول بھی چلتا ہے، وہاں ناشتہ کرکے مولانا راشد صاحب نے تفصیلی طور پر اپنے مدرسہ دارالعلوم میل کھیڑلا کی عمارتیں دکھلائیں۔

دارالعلوم میل کھیڑلا راجستھان کا ایک ممتاز ادارہ

ماشاءاللہ یہ ادارہ بڑا عظیم الشان ہے، ۱۹۶۵ء میں ان کے والد مولانا محمد قاسم صاحب نے قائم کیا تھا، جس کیلئے انہوں نے بہت مجاہدے اور محنتیں کیں، اس طرح یہ راجستھان کا ممتاز اور سب سے بڑا ادارہ بن گیا، جس میں طلبہ کی تعداد ۱۶۰۰ر ہے، ساتھ ہی میں لڑکیوں کا بھی ادارہ ہے، جس میں طالبات کی تعداد ۱۰۷۰ر ہے، ماشاءاللہ تعلیم دونوں اداروں میں دورہ حدیث شریف تک ہورہی ہے، امسال ۵۲ر طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے اور مدرسۃ البنات سے ۲۲ر طالبات دورہ سے فارغ ہوئیں، اس مدرسہ میں دونوں وقتوں میں آٹھ کیونٹل آٹا بنتا ہے، مدرسہ کی عمارتیں بڑے سلیقے سے بنائی گئی ہیں، جس میں پھول اور پھلواریوں سے سجا ہوا پاک ہے، پارک میں راستے بھی بنائے گئے ہیں، جن میں گاڑی کے ذریعہ گھوما اور پھرا جاسکتا ہے، گودام میں ہر مہینے کا اناج رکھنے کیلئے الگ الگ کمرے ہیں، مطبخ کا نظام بھی عمدہ ہے، طلبہ کے ایک ساتھ کھانے کیلئے بڑا وسیع وعریض ڈائننگ ہال ہے، مسجد طلبہ سے کھچا کھچ بھری رہتی ہے، طالبات کے مدرسہ کی عمارت بھی بڑی وسیع اور عمدہ ہے، اس میں بھی عمارت کے چاروں طرف دس فٹ سے کہیں زیادہ اونچی باؤنڈری ہے اور

پھر پختہ سڑک ہے، جس میں بذریعہ کار گھوما جاسکتا ہے، پردے کا معقول نظم ہے۔

دارالعلوم کے ذمہ داران

مولانا راشد صاحب اہتمام کے فرائض انجام دیتے ہیں، اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد ارشد صاحب قاسمی نظامت اور تعمیری کاموں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور چھوٹے بھائی مولانا محمد اسجد صاحب ناظم تعلیمات ہیں، اور اپنے والد کی قائم کی ہوئی خانقاہ کا نظام چلاتے ہیں، گویا کہ روحانیت میں اپنے والد کے جانشین ہیں، ان کے والد حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے مجاز تھے، تینوں بھائیوں میں بزرگی، شرافت اور نیکی محسوس ہوئی، ماشاء اللہ بہت ملنسار اور متواضع ہیں، شعبہ حفظ کے چند بچوں کا قرآن شریف بھی سنوایا، اس طرح کہ ایک بچہ کو قرآن شریف کا صفحہ نمبر بتلایا، بچے نے اس صفحہ پر موجود آیت، پارہ، سورت، منزل اور کونسا رکوع ہے، جھٹ پھٹ سب بتلایا اور پھر مسئولہ صفحہ کے شروع کی آیت سے تلاوت شروع کردی، بہت ہی اچھا لگا، کئی بچوں کا اسی طریقہ سے سنا، اس سے مزید خوشی ہوئی کہ قرآن شریف پر اس قدر محنت ہورہی ہے، مجموعی طور سے یہ ادارہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے، اور بہت سی صفات سے متصف ہے، یہ سب اس کے مخلص بانی کی آہ سحر گاہی اور نالہ نیم شبی اور ان کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے، ادارہ اور اہل ادارہ کی خوبیوں سے دل خوش ہوا، اور ایک اچھا تاثر قائم ہوا، سب چیزوں کو دیکھ کر وہاں سے بذریعہ کار دہلی پہنچے۔

دارالعلوم مہتابیہ نگینہ میں

راستے میں چند منٹ کے لئے حاجی مہتاب صاحب مرحوم کے بیٹے حاجی خالد صاحب کے مدرسہ ''دارالعلوم مہتابیہ'' نگینہ میں جانا ہوا، حاجی صاحب کے مزار پر بھی حاضری ہوئی اور فاتحہ پڑھی، اور براہ دہلی شام تک الحمدللہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش میں

مولانا فاران ایک دردمند انسان

یکم جون ۲۰۱۵ء کو مولانا کبیر الدین فاران مظاہری ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا کی دعوت پران کے یہاں پہنچنا ہوا، والد ماجد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ بھی ساتھ تھے، وہاں مولانا نے طلبہ کی دستار بندی کا پروگرام منعقد کررکھا تھا، جس میں علاقہ کے اور قرب وجوار کے لوگوں کو بھی مدعو کررکھا تھا، راقم مولانا کے خلوص ومحبت کا قائل اور معترف ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ ایسے دردمند مخلص چند اور ہوجائیں تو انقلاب آسکتا ہے، ان کے اندر سچائی ہے، درد ہے، فکر ہے اور کچھ کرگزرنے کا حوصلہ ہے، اور وہ اصول پسند بھی ہیں، اس لئے وہ کسی بھی طرح کی اصول کی خلاف ورزی کو پسند نہیں کرتے، اس سلسلہ میں ان کی لسان ناقد برداشت نہیں کرتی، وہ فوراً بلاخوف ''لومۃ لائم'' اپنا کام شروع کردیتی ہے، جس سے بعض مرتبہ سامنے والا یہ سمجھتا ہے کہ مولانا ناقد یا معترض اور سخت ہیں؛ حالانکہ وہ انتہائی مخلص ہیں۔

مدرسہ قادریہ کا نظم ونسق

مولانا نے مدرسہ قادریہ کا جو سسٹم اور نظام بنایا ہے وہ قابل رشک ہے، تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، قیام وطعام کا عمدہ نظم ہے، ناشتہ میں چائے بسکٹ کے ساتھ طلبہ کو کیلے بھی دئے جاتے ہیں، طلبہ کے سونے کیلئے پلنگ کا نظام ہے، اساتذہ کو اچھی تنخواہیں دی جاتی ہیں، عمارتیں بھی بڑے سلیقے سے بنائی گئی ہیں، پارک وغیرہ کا بھی نظم ہے، چھ سو

کے قریب طلبہ پڑھتے ہیں۔

مدرسہ قادریہ میں راقم کی حاضری

بہرحال جب وہاں پہنچنا ہوا، تو ہال کچھا کھچ بھرا ہوا تھا، اور پروگرام جاری تھا، مولانا نے کھڑے ہوکر استقبال کیا، اور ان کے یہاں پروگرام میں مہمان خصوصی صدر محترم جناب حافظ عبدالرحیم ملا صاحب (لندن) بھی موجود تھے، وہ بھی کھڑے ہوکر ملے اور استقبال کیا۔

راقم نے مدارس اور اہل مدارس کے تعلق سے مختصر بیان کیا

راقم کو بھی پروگرام میں اظہار خیال کی دعوت دی، راقم نے مولانا کی خدمات کو سراہا، اور اس تقریب کی اہمیت کو اجاگر کیا اور مختصر بات کی، اور پھر تمام اساتذہ، کارکنان اور ذمہ داران کا شکریہ ادا کیا، ماشاء اللہ ۲۶ رحفاظ طلبہ کی دستار بندی ہوئی، اور مختلف پروگراموں میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دئے گئے، حضرت مولانا کبیر الدین فاران نے بھی اپنے جذباتی انداز میں موقع کی مناسبت سے بیان کیا، حفاظ کی اہمیت، مدارس کی ضرورت، مدارس اور اہل مدارس سے تعلق کے موضوع پر خوب اچھے انداز میں بیان کیا اور بتلایا کہ مدارس غار حرا کی پہلی وحی اقراء کی تعلیم سے وابستہ تمام احکامات کی تکمیل کا مضبوط واسطہ اور ذریعہ ہیں، جس میں اللہ کے احکامات اور اس کے بندوں کی خیرخواہی کا سبق اور پیغام موجود ہے۔

دیگر حضرات کے بیانات

پروگرام کے آخر میں مولانا مفتی کلیم احمد صاحب لوہاروی استاد حدیث جامعہ اشرفیہ

راندیر نے تفصیل سے خطاب کیا اور قرآن کی فضیلت واہمیت پر گفتگو کی، صدر جلسہ حافظ عبدالرحیم ملا نے بھی حفاظ کی اہمیت بیان کی اور بتلایا کہ ان کے خاندان میں کتنے حافظ ہیں، نیز یہ بھی بتلایا کہ آج کل یورپ کے مسلمانوں میں حفاظ اور علماء کی اس قدر اہمیت اور قدر بڑھ گئی ہے کہ رشتہ کی تلاش میں بھی اسی نسبت کو اولیت دی جاتی ہے، بعد میں مولانا کبیرالدین فاران نے حافظ عبدالرحیم صاحب سے خصوصی ملاقات بھی کرائی، ماشاء اللہ وہ بہت متأثر ہوئے، اور راقم کو بھی ان سے مل کر دلی خوشی ہوئی، وہاں سے کھانا کھا کر واپسی ہوئی اور الحمدللہ بعافیت گھر پہنچے۔

جنوبی افریقہ، ماریشس اور ری یونین کا سفر

تمہید

ناکارہ اب تک جنوبی افریقہ کا متعدد سفر کر چکا ہے، اسفار کا یہ سلسلہ ۲۰۰۱ء سے قائم ہے، اس بار پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ دو تین دن قیام رہا، ورنہ اکثر ایک ماہ یا اس سے کچھ کم قیام رہتا تھا، اس مرتبہ ۱۶/مارچ ۲۰۱۷ء کو یہ سفر وایا موریشس، موریشس ایرویز کے ذریعہ ہوا، اس لئے ۱۶/مارچ کی شام کو ماریشس پہنچ گیا، وہاں ایک شب قیام کر کے صبح ۱۷/مارچ کو جنوبی افریقہ کے شہر جوہانس برگ پہنچا اور وہاں سے ساؤتھ افریقن ایرویز کی لوکل فلائٹ سے دربن جانا ہوا، دو روز قیام رہا، ۲۰/مارچ کو پھر ماریشس آنا پڑا، وہاں بھی دو روز قیام رہا، اور ۲۳/مارچ کو وہاں سے ری یونین جانا ہوا، جہاں ۱۴/دن قیام رہا۔

جنوبی افریقہ مولانا حسن مرچی کی دعوت پر حاضری

جنوبی افریقہ کا یہ سفر حضرت مولانا حسن عبدالقادر صاحب مرچی مہتمم مدرسۃ النور للمکفوفین سدارا کی دعوت پر ہوا، ان کا یہ مدرسہ نابینا طلبہ کی تعلیم وتربیت اور اعلی مقصد کی خاطر ۱۹۸۶ء سے قائم ہے، راقم اس سے پہلے ۲۰۱۳ء/۲۰۱۴ء میں بھی اس کے سالانہ جلسوں میں شرکت کر چکا ہے، حضرت مولانا حسن عبدالقادر صاحب مرچی مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے خلیفہ مجاز ہیں، اور اس ناکارہ سے بہت محبت رکھتے ہیں، ہمارے ادارے میں تشریف بھی لا چکے ہیں، امسال انہوں نے مجھے ہندوستان سے مستقل سفر کرنے کی دعوت دی اور جلسہ میں شریک ہونے کا تقاضہ کیا،

اس لئے کہ انہوں نے امسال اپنے مدرسہ میں کئی عظیم کارنامے انجام دیئے، ایک تو انہوں نے (Braille Language) بریل لینگویج (جو نابینا لوگوں کی زبان ہے) میں قرآن کریم، بخاری شریف وغیرہ کی طباعت کے لئے ایک عظیم پریس لگایا، جس سے وہ بریل زبان میں قرآن شریف، احادیث اور جملہ دینی کتابوں کی طباعت کا پروگرام رکھتے ہیں، اس پریس کا افتتاح اسی روز جلسہ میں عمل میں آیا، شاید یہ دنیا کا واحد پریس ہے جو کسی دینی ادارہ میں دینی تعلیم اور قرآن کریم کی بریل زبان میں طباعت کے لئے لگایا گیا (والغیب عنداللہ) دوسرے انہوں نے اپنی دینی کتابوں اور دیگر سرگرمیوں کے لئے ایک ایپس Apps بھی لانچ کیا، تیسرے انہوں نے مدرسۃ النور سے فارغ فضلائے کرام جو دنیا کے مختلف ملکوں میں کام کررہے ہیں، ان سب کو بھی بلا رکھا تھا، اسلئے ان میں تربیتی محاضروں کا بھی پروگرام تھا، اور مدرسۃ النور میں طلبہ کے لئے ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی، اس کا افتتاح بھی کرنا تھا۔

مدرسۃ النور میں پریس کا افتتاح

۱۷/ مارچ ۲۰۱۷ء کی شام کو مولانا حسن صاحب مرچی کے نمائندے مولانا اختر صاحب دربن ائیرپورٹ پر استقبال کیلئے آئے ہوئے تھے، مولانا اختر صاحب کے ساتھ مغرب کے وقت مدرسۃ النور پہنچا ہوا، رات میں آرام کرنے کے بعد ۱۸/ مارچ کو صبح ناشتہ کے بعد مولانا نے پریس کا افتتاح کرایا، اور پریس کے احاطہ میں ہی ایک مجلس منعقد ہوئی، جس میں راقم کو بیان کی دعوت دی، راقم نے اللہ کے ذکر کی اہمیت وفضیلت پر خطاب کیا، اور پریس کی اہمیت وافادیت پر مختصر روشنی ڈالی جس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا، خطاب کے بعد ذکر بالجہر کرایا گیا، جس میں نفی واثبات اور اسم ذات کی ضربیں لگائیں گئیں، اور پھر دعا کے بعد یہ مجلس ختم ہوئی۔

اس مجلس میں ہندوستان کے ایک بڑے عالم مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری بھی موجود تھے، اسی طریقے سے مولانا داؤد واؤڈا جو ''الخدمۃ'' تنظیم کے بانی وذمہ دار ہیں وہ بھی شریک تھے، اسی روز مدرسہ کے طلبہ میں بھی بعد فجر اور بعد مغرب ذکر کی مجلس کا افتتاح ہوا، جس کو ماشاءاللہ حضرت مولانا حسن مرچی صاحب قائم کئے ہوئے ہیں۔

مدرسۃ النور کا سالانہ جلسہ

اگلے روز ۱۹/ مارچ اتوار کو عام اجلاس تھا، جس میں فضلائے مدرسہ نے اپنا ثقافتی پروگرام پیش کیا، اور مولانا حسن مرچی نے اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی، جس میں ادارے کی کارکردگی اور اس کے منصوبوں پر روشنی ڈالی، اس کے بعد جمعیۃ علماء جنوبی افریقہ کے جنرل سکریٹری مولانا ابراہیم بھام صاحب کا خطاب ہوا، جس میں انہوں نے مختلف اصلاحی امور پر گفتگو کی اور مولانا حسن مرچی کی خدمات کو سراہا، اخیر میں راقم سطور کو دعوت سخن دی گئی، راقم نے مولانا حسن مرچی کا روحانیت کے سلسلہ میں تعارف کرایا، اور پھر اللہ کے ذکر کی فضیلت واہمیت بیان کی، اور پھر پورے مجمع کو ذکر بالجہر کرایا، کچھ دیر نفی واثبات کا ذکر اور کچھ دیر اسم ذات اللہ! اللہ! کا ذکر کرایا، جس سے لوگوں میں ایک سماں بندھ گیا، اس کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحب کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، جلسہ ماشاءاللہ بہت کامیاب رہا، ملک کے مختلف حصوں سے مرد اور خواتین حضرات تشریف لائیں تھی، اس کے بعد نماز ظہر ادا کی اور کھانے کے بعد سب لوگ تشریف لے گئے۔

نابینا لوگوں کا ایک اہم مدرسہ

''مدرسۃ النور'' یہ مدرسہ دراصل مولانا کی زندگی کا ایک عظیم کارنامہ ہے، اس لئے کہ آنکھ والوں کو تو لوگ خوب پڑھاتے ہیں اور اس کی فکر کرتے ہیں، مگر نابینا اور اندھے

لوگوں کی کم لوگ فکر کرتے ہیں، بلکہ اکثر ان سے گھن کرتے ہیں، مگر قربان جائیے مولانا حسن مرچی کے حوصلہ اور ہمت وجرأت پر کہ انہوں نے یہ عظیم کام شروع ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے جتنے بھی لوازمات ہیں، وہ تمام جمع کئے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ان نابینا طلبہ کے کھانے پکانے کے آلات، اسی طرح لکھنے پڑھنے کے ادوات اور ان کی دیگر ضروریات بھی مہیا کر رکھی ہیں، جس سے وہ فارغ ہونے کے بعد نہ صرف اپنی ضروریات زندگی پورا کرتے ہیں، بلکہ اسی نہج پر دنیا کے مختلف حصوں میں دعوت دین کا کام کر رہے ہیں، اور تعلیمی مراکز چلا رہے ہیں، ابنائے قدیم میں ایسے فضلا سے بھی ملاقات ہوئی جو اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں میں اس طرح کے ادارے قائم کر کے تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ سب مولانا حسن مرچی کے اخلاص ان کے جذبہ دروں اور ملت اسلامیہ کے تئیں ان کی دینی خدمات اور نابینا قوم کے لئے ان کی دلی محبت کی بین دلیل ہے، جس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کی روح ضرور خوش ہوتی ہوگی۔

جنوبی افریقہ کی آبادی

جنوبی افریقہ ایک سرسبز وشاداب ملک ہے، یہاں سیاہ فام لوگوں کی زیادہ آبادی ہے، ۱۹۹۴ء میں یہ ملک سفید فام گوروں سے آزاد ہوا، ۲۰۱۸ء کے مطابق یہاں کی آبادی 57,725,600 ہے جس میں 80.2% کالے، 8.8% کلرڈ، 8.4% گورے، اور 2.5% ایشین ہیں، مسلمان 3% ہیں، جن کی تعداد 17,317,68 ہے، اس کا کل رقبہ 1221,037 کلومیٹر (4714452) مربع میل ہے، یہاں کی راجدھانی پٹوریا (Pretoria) ہے اور کرنسی رینڈ (Rand) ہے، یہاں صفائی ستھرائی کا اچھا نظم ہے، سڑکیں کشادہ اور بہت وسیع ہیں، کاشت اکثر گورے لوگ کرتے ہیں، بزنس اور تجارت میں گورے اور مسلمان ہیں، مسلمانوں میں

زیادہ تر ہندوستان کے صوبہ گجرات کے لوگ ہیں، جو اپنے دینی تشخص کرتا پائجامہ پگڑی، مکتب، مسجد، عصا اور تسبیح کے ساتھ وہاں کی تجارت پر براجمان ہیں اور دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑے ہوئے ہیں، کئی بڑے تعلیمی ادارے ہیں، وہاں کی سیاہ فام قوم کے لوگ مرد اور عورتیں گھروں، دوکانوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہیں، ان میں اکثر غریب ہیں، مگر اب بعض لوگ تجارت بھی کرنے لگے ہیں، تعلیمی شعور بھی بڑھ رہا ہے۔

ماریشس ہوائی اڈے پر

۲۰/ مارچ ۲۰۱۷ء کو دوپہر ۱۲/ بجے دربن کے ایئرپورٹ پر مولانا داؤد دواوڈا صاحب چھوڑنے کے لئے آئے، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے، وہاں سے ایئر موریشس سے موریشس کیلئے سوار ہوا، اور شام کو ۶/ بج کر دس منٹ پر ماریشس ایئرپورٹ پر جہاز نے لانڈنگ کی، امیگریشن کی کارروائی کے بعد باہر آیا، وہاں ایئرپورٹ پر استقبال کیلئے حضرت مولانا شیخ محمد عرفان صاحب مدنی، حضرت مولانا فیاض صاحب مدنی اور صابر بھائی موجود تھے، ان حضرات نے استقبال کیا، اور ایئرپورٹ کے قریب کے شہر میں عصر کی نماز ادا کی، نماز بعد وہاں سے پیری بیری جانا ہوا، پیری بیری ماریشس کی راجدھانی Port Louis سے گزرتے ہوئے پہنچے۔

پیری بیری کے ایک ہوٹل میں قیام

جہاں پر حضرت مولانا عرفان صاحب نے سمندر کے کنارے پر اچھے اعلی معیاری ہوٹل (Mo Residence Pereybere) میں قیام کا انتظام کیا تھا، ہوٹل میں کچھ دیر آرام کر کے مغرب وعشاء کی نماز کے بعد کھانے کا نظم تھا، جو شیخ عرفان نے ہوٹل میں اپنے بعض خاص دوستوں سے بنوایا تھا، اور بعض مخصوص دوستوں اور متعلقین کو کھانے پر دعوت

بھی دے رکھی تھی، کھانا کھایا، پھر آرام کیا، صبح کو بعض جگہوں پر لے جانے کے لئے شیخ عرفان صاحب نے جناب نذیر احمد صاحب کی ذمہ داری لگائی، اور وہ صبح ناشتے کے بعد پورٹ لوئس کے راستے سے روز ہل (Rose Hill) لے گئے، جہاں پر مولانا فیاض صاحب سے ملاقات کرنی تھی۔

شیخ عبدالعزیز سے ملاقات

مولانا فیاض صاحب مدنی نے اپنے شیخ حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب خلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو اطلاع دے رکھی تھی، ان کے دولت خانہ پر پہنچ کر مولانا فیاض صاحب نے ان کو مطلع کیا، حضرت شیخ صاحب سراپا استقبال کیلئے تشریف لائے اور اپنے گھر لے گئے، خاص توجہ اور عنایت فرمائی، وہ اللہ والے صاحب نسبت بزرگ ہیں، اتفاق سے اسی روز میرے پاس عطر ختم ہوگیا تھا، حضرت شیخ اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور میرے لئے ایک خاص قسم کا عطر لائے، میں نے یہ سمجھا کہ یہ اللہ کی طرف سے میری غیبی مدد ہے، جس کا میں نے شیخ سے بھی اظہار کیا، کچھ دیر کے بعد شیخ ایک خاص قسم کا سفید رومال لائے چونکہ میں نے سرخ رومال لے رکھا تھا، شاید وہ شیخ کو پسند نہیں آیا، جس کا انہوں نے اشاروں میں اظہار بھی کیا، اور ایک عمدہ قسم کا رومال پیش کیا، اور ایک کتاب بھی پیش کی جس میں ۱۹۹۲ء میں مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے ری یونین کے آخری سفر کی روداد تھی، جو حکیم صاحب کے ایک مرید نے اچھے انداز میں ترتیب دیکر شائع کی ہے، چونکہ ان کے سامنے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ موریشس میں صرف دو دن کا قیام ہے، باقی ۲/ ہفتہ ری یونین میں قیام رہے گا، اس لئے انہوں نے یہ کتاب پیش کی، شیخ اصلاً ری یونین کے رہنے والے ہیں، مگر بیس سال سے موریشس میں مقیم ہیں اور دعوت دین اور امت کی اصلاح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، شیخ نے مشروب بھی پلایا، اور بڑی محبت کا اظہار کیا، راقم نے

بھی اپنی اردو اور بعض انگریزی کی کتابیں پیش کیں، شیخ نے بڑی محبت سے دوپہر کا کھانا کھلایا، جو بڑے اہتمام سے انہوں نے تیار کرایا، پھر ظہر کی نماز ادا کی، اس کے بعد وہ اپنی نوتعمیر خانقاہ ورہائش گاہ پر لے گئے اور اس کو بذات خود دکھلایا، اور مدرسہ ومسجد کا بھی منصوبہ بیان کیا، مولانا فیاض صاحب مدنی حضرت شیخ کے مرید ہیں اور حضرت کے خلفاء میں ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہیں اور مولانا شیخ عرفان کے برادر نسبتی ہیں، اسی طرح نذیر صاحب بھی شیخ کے مریدین میں سے ہیں، اور ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، آج کا یہ سفر ان دونوں حضرات کی معیت میں بہت معنی خیز اور مفید رہا اور سفر کی تھکان دور ہوگئی، مولانا فیاض صاحب اپنی قیام گاہ پر آ گئے اور ہم اپنی قیام گاہ پر عصر سے قبل پہنچ گئے۔

مولانا ابوبکر مانجوں سے ملاقات

لیکن چونکہ راقم کو عصر بعد پورٹ لوئس میں مولانا ابوبکر مانجوں سے ملاقات کرنی تھی، اس لئے مولانا عرفان صاحب نے اس کا نظم کیا اور نفیس بھائی جو شیخ عرفان صاحب کے محبین میں ہیں، وہ راقم کو پورٹ لوئس لے کر گئے، جو ماریشس کی راجدھانی اور ایک اچھا خوبصورت شہر ہے، وہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستان ہی کے کسی شہر میں ہیں، عصر بعد پورٹ لوئس کی جامع مسجد پہنچنا ہوا، جہاں پر مولانا ابوبکر مانجوں سے ملاقات ہوئی اور وہ بڑی محبت سے پیش آئے، انہوں نے کھانے کی بھی درخواست کی، مگر شام کا کھانا کسی جگہ پہلے سے طے تھا، اس لئے معذرت کرنی پڑی، اس کے بعد ہم داھو ہوٹل گئے، وہاں کچھ سامان رکھا ہوا تھا، وہ لیا اور پھر مغرب بعد قیام گاہ کے لئے روانہ ہوئے۔

روز ہل میں عشائیہ

راستے میں ایک شہر (Rose Hill) میں رات کے کھانے کا نظم جناب ندیم بھائی کے

یہاں تھا، ندیم بھائی کمپیوٹر کے ماہر استاذ ہیں، عربی پر قدرت رکھتے ہیں اور ان کے گھر میں عربی زبان میں اتنی کتابیں رکھی ہوئی تھیں جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کسی عالم کی لائبریری ہے، ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر قیام گاہ پر جانا ہوا۔

پورٹ لوئس کے بعض تفریحی مقامات پر

رات میں قیام کر کے صبح کا پروگرام مولانا شبیر علی بخش مدنی کے ساتھ طے تھا کہ وہ پورٹ لوئس (Port Louis) اور بعض دوسرے شہروں میں لے جائیں گے، مولانا شبیر علی بھی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہیں اور شیخ عرفان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ادارے میں پڑھاتے بھی ہیں، صبح کو ناشتے کے بعد اولاً ہمیں پورٹ لوئس کے امیگریشن آفیس جانا ہوا، جہاں راقم کو اپنے قیام کی معلومات جمع کرانی تھی، چونکہ ماریشس میں داخل ہوتے وقت جس ہوٹل کا ایڈریس درج کرایا تھا، اس میں قیام نہیں ہوا، اس لئے جس جگہ قیام ہوا، وہاں کی معلومات اور ہوٹل کے نام سے امیگریشن کو مطلع کیا، پھر پورٹ لوئس کے بعض تفریحی مقامات پر جانا ہوا، اور اخیر میں سمندر کے کنارے جانا ہوا، سمندر کے کنارے پر گھومنے کے بعد ایک جگہ آرام کے لئے بیٹھے۔

میرے ذہن میں آیا کہ یہ معصیت کی جگہ ہے، کیوں نہ یہاں پر تھوڑی دیر اللہ کا ذکر کیا جائے، اس کا اظہار میں نے مولانا شبیر علی صاحب سے کیا، اور انہوں نے اس بات کو پسند کیا، چنانچہ تھوڑی دیر وہاں بعض قرآن کریم کی سورتوں کی تلاوت کی اور اللہ کا ذکر کیا، جس سے سکون محسوس ہوا، اور پھر نماز ظہر کا وقت ہوگیا، نماز ظہر کے لئے جامع مسجد پہنچے، وہاں نماز پڑھی۔

نماز کے بعد ہم مفتی نعمان صاحب سے ملنا چاہ رہے تھے، اور الحاج سعید بھائی سے بھی ملنا چاہ رہے تھے، اتفاق سے مسجد کے دروازے پر سعید بھائی مل گئے، ہم نے ان سے

مفتی صاحب کے گھر کے بارے میں معلوم کیا، انہوں نے کہا کہ آپ کہاں سے؟ ہم نے بتلایا کہ سہارنپور انڈیا سے، وہ کہنے لگے آپ ہی نے فون کیا تھا؟ میں ہی سعید ہوں، اس طرح سے سعید بھائی سے ملاقات ہوئی، وہ خوشی خوشی اپنی دکان پر لے گئے، پھر ہمارے ساتھ کھانے کیلئے ہوٹل پر گئے، کھانے کے بعد مفتی نعمان سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے، مفتی صاحب سے ملاقات کے بعد اپنے گھر لے گئے، چائے وائے پلائی، بہت خوش اسلوبی سے پیش آئے، پھر ان سے رخصتی کا مصافحہ کر کے قیام گاہ پر پہنچنا ہوا۔

خانقاہ شیخ زکریا میں راقم کا بیان

مغرب کی نماز بعد حضرت مولانا عرفان صاحب تشریف لائے، انہوں نے اپنے ایک خاص متعلق صابر علی کے گھر پر رات کے کھانے کا نظم کیا ہوا تھا، جب کہ آج ہی صبح ان کے دادا کا انتقال ہوا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے والد، اہلیہ اور چھوٹے بچے کی بھی طبیعت خراب تھی، اللہ سب کو شفا کامل عطا فرمائے، صابر بھائی کے گھر کھانا کھایا اور عشاء کی نماز ادا کر کے شیخ عرفان اپنی خانقاہ شیخ زکریا پلندیس پاپایس (Plaine Des Papayes) میں لے گئے، جہاں پر وہ ہر جمعرات کو مجلس منعقد کرتے ہیں، مگر آج بدھ کے روز ہی انہوں نے راقم کے اعزاز میں اپنے محبین متعلقین اور مریدین کو جمع کر رکھا تھا، راقم نے اللہ کی محبت اور ذکر الٰہی اور بزرگوں کی صحبت کے عنوان سے پون گھنٹہ خطاب کیا، تقریر سے پہلے شیخ عرفان نے فرنچ زبان میں راقم کا تعارف کرایا، پھر راقم نے دعا کرائی اور مجلس ختم ہوئی، لوگوں سے مصافحہ وتعارف ہوا۔

مولانا عرفان مدنی ایک زبردست عالم دین ہیں

مولانا شیخ عرفان مدنی زبردست متبحر عالم دین ہیں، ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے، علم

حدیث میں ان کو خاص درک حاصل ہے، علامہ کوثری سے وہ کافی متاثر ہیں، علم دوست ہیں، ان کی معلومات بھی وسیع ہے، اور کتابوں کا بڑا ذخیرہ ان کے پاس ہے، وہ ہر نئی کتاب کو خریدنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہیں، عربی زبان پر پوری قدرت ہے، اگرچہ ان کی مادری زبان فرنچ ہے، فرنچ میں وہ مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں، اہل علم سے محبت کرتے ہیں، وہ ماریشس میں ایک دینی ادارے کے قیام کیلئے بھی کوشاں ہیں، اللہ ان کی نصرت اور مدد فرمائے، ماریشس میں جن دوستوں نے خدمت کی اور سفر کو آرام دہ بنانیکی کوشش کی، وہ سب شیخ عرفان کے محبین مدنی علماء کرام اور تجار حضرات تھے، اس طرح ماریشس کے دو دن بڑی مصروفیت اور کامیابی کے ساتھ گزرے، صبح کو ناشتے کے بعد ماریشس سے ری یونین کا سفر تھا، اسی لئے رات میں قیام گاہ پر آ گیا۔

ماریشس ایک خوبصورت ملک ہے

ماریشس (Mauritius) کی زمین بڑی زرخیز معلوم ہوئی، یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، اس کا کل رقبہ 2040 کلومیٹر^2 (790) مربع میل ہے، ۲۰۱۸ء کے مطابق وہاں کی کل آبادی 1,265,577 ہے، جس میں مسلم آبادی 17.30% ہے، پورٹ لوئس (Port Louis) وہاں کی راجدھانی ہے، وہاں کے لوگوں کے مزاج میں محبت، مؤدت، احترام تواضع عاجزی انکساری ملنساری وہمدردی وغمگساری محسوس ہوئی، عام ماحول تو یہاں بھی بے پردگی کا ہے، مگر مسلمانوں میں پردے کا رجحان اور شوق ہے، بلکہ راقم نے روز ہل میں جب شاہ عبدالعزیز صاحب سے سوال کیا کہ آپ ری یونین چھوڑ کر یہاں کیوں آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے بچوں کی فکر تھی، ری یونین چونکہ فرانس (یورپ) میں ہے، اس لئے وہاں بے پردگی کا زیادہ چلن ہے (جس کا خود بھی مشاہدہ کیا) اس لئے یہاں آ کر سیٹ ہوا ہوں،

مجموعی اعتبار سے ماریشس ایک اچھا ملک لگا، وہاں بھی ایک نظام سسٹم اور ڈسپلن ہے، ہر چیز سلیقے اور قاعدے سے معلوم ہوئی، لوگ قانون کا پالن کرتے ہیں، ۲۳/ مارچ کی صبح کو بھائی نفیس کے ساتھ ایئر پورٹ پر جانا ہوا۔

ری یونین میں حاضری

۱۲/ بج کر پانچ منٹ پر موریشس ایرویز کی فلائٹ سے ری یونین (Reunion) کے لئے جانا ہوا، اور وہاں ۱۲/ بج کر پینتیس منٹ پر ری یونین کے ہوائی اڈے پر فلائٹ اتری، امیگریشن سے فراغت کے بعد باہر نکلا، تو وہاں حضرت مولانا اسماعیل راندیرا صاحب گاڑی لئے ہوئے استقبال کیلئے منتظر تھے، مولانا اسماعیل صاحب کی پیدائش ری یونین میں ہوئی، تعلیم انہوں نے ہندوستان میں حاصل کی، وہ مولانا حسن مرچی اور مولانا داؤد واوڈا کے دوستوں میں سے ہیں، اور سینٹ ڈینس کے ایک مدرسہ میں پڑھاتے ہیں اور تجارت بھی کرتے ہیں، وہ اپنے گھر لے گئے، کھانا وانا کھلایا، اس کے بعد سیلکٹ ہوٹل میں سامان رکھا، ظہر کی نماز تیار تھی، ظہر کی نماز ہوٹل کے برابر میں مدینہ مسجد میں پڑھی۔

سینٹ ڈینس میں

عصر کی نماز میں مفتی محمد درگاہی سے ملاقات ہوئی جو دارالعلوم دیوبند کے پرانے فاضل ہیں، علماء کرام کا اکرام کرتے ہیں، مولانا مجیب اللہ گونڈوی استاد دارالعلوم دیوبند کے ساتھیوں میں سے ہیں، شام کو مولانا وکیل صاحب کے ساتھ مرکز کی مسجد میں جانا ہوا، اور وہاں ہونے والے ہفتہ واری تبلیغی پروگرام میں شرکت کی، جمعہ کی شام کو عشاء بعد شیخ قاسم خلیفہ حضرت پیر غلام حبیب صاحب کی مجلس میں شرکت ہوئی، اخیر میں شیخ قاسم نے راقم کا مجلس میں تعارف کرایا، اور پھر راقم نے دعا کرائی۔

سینٹ پیر میں

اتوار کی صبح کو مولانا عبدالوکیل کے ساتھ سینٹ پیر (Saint Pierre) کے مرکز جانا ہوا، جہاں تبلیغی جماعت کے لوگوں کا ماہانہ جوڑ تھا، وہاں مولانا اسحاق گنگات سے ملاقات ہوئی اور تعارف ہوا، انہوں نے بتلایا کہ ۱۹۷۰ء میں وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے، انہوں نے وہاں ایک تعلیمی ادارہ ''المرکز الاسلامی'' کے نام سے قائم کیا ہے جس کا فیض جاری ہے، ، راقم نے اپنی کتابیں ان کو پیش کی، پھر منگل کی صبح دوبارہ وہاں جانا ہوا، حضرت مولانا قاری یوسف صاحب لینے کیلئے آئے، وہ اپنے گھر لے گئے، شام تک ان کیساتھ رہے، رات میں بھی ان کے گھر ہی قیام کیا، ماشاء اللہ قاری صاحب نے خوب خدمت کی، دراصل قاری صاحب بھٹئی نوساری، گجرات کے رہنے والے ہیں، صوفی رائے پوری بھٹئی میں ایک بزرگ گزرے ہیں ان کے بیٹے ہیں اور پچیس سال سے ری یونین میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سینٹ پال میں

صبح فجر بعد سعید بھائی کے ساتھ سینٹ پال (Saint Paul) پہنچا، وہاں مولانا شوکت صاحب لمباڈا صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ گھر لے گئے، کھانا وغیرہ کھلایا، انہوں نے اپنے ایک ساتھی عبداللہ بھائی کو بھیجا، جن کے ساتھ پورٹ میں مختلف مقامات پر جانا ہوا، شام تک واپس سینٹ ڈینس (Saint Denis) آنا ہوا، اس طرح مولانا شوکت صاحب نے کئی شہروں کی زیارت کا پروگرام بنایا، اور بہت ہی مخلصانہ انداز میں خدمت کی، اللہ تعالیٰ نے انکی طبیعت میں نیکی وصلاح رکھی ہے، وہ دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ سے فارغ ہیں اور حضرت مولانا عباس صاحب ندوی کے خاص فیض یافتہ ہیں، اللہ تعالیٰ

جزائے خیر عطا فرمائے۔

شیخ سلیمان منگولیہ کے شہر میں

ایک روز مولانا اسماعیل راندیرا کے ساتھ ستوندرے (Saitn Andre) جانا ہوا، وہاں مفتی سلامی صاحب نے شہر دکھایا، اس کے بعد وہ سینٹ بینو (Saint Benoit) لے کر گئے اور وہاں وہ شیخ سلیمان منگولیہ کے پاس بھی گئے، شیخ سلیمان سے ملاقات ہوئی، شیخ سلیمان ری یونین کے بڑے شیخ، بزرگ اور تاجر ہیں، حضرت خواجہ پیر غلام حبیب کے خلیفہ ہیں، ہر ہفتہ ان کی دینی مجالس منعقد ہوتی ہیں، لوگوں کو فیض ہو رہا ہے، مفتی سلامی اچھے عالم دین ہیں، انہوں نے فلاح دارین ترکیسر (گجرات) سے فراغت حاصل کی۔

سینٹ ڈینس میں مختلف علماء کرام سے ملاقات

اس طرح ری یونین کے سینٹ ڈینس میں دیگر علماء کرام سے بھی ملاقات ہوئی، جن میں خاص طور سے مولانا قاری زبیر صاحب، مولانا یعقوب صاحب ملا، مولانا معین صاحب، مولانا سلیمان پنج بھیا، مولانا نثار صاحب، مولانا خلیل راوت صاحب، مولانا عباس صاحب مہتمم مدرسہ لاطینی مدینہ مسجد، مولانا اسحٰق پٹیل صاحب، مولانا سعید انگار صاحب، مولانا حسن صاحب، اور مولانا شیخ قاسم کی تو دو مجلسوں میں شرکت کی بھی سعادت ملی، آخری دن شام کے وقت حضرت مولانا سعید انگار صاحب ملاقات کیلئے تشریف لائے اور بہت خوشی کا اظہار کیا، مولانا سعید انگار صاحب ری یونین کے پرانے علماء میں ہیں، جو بزرگ صفت عالم دین ہیں، ناکارہ سے بڑی محبت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، اسی طرح مولانا اسحاق پٹیل بھی خاص تعلق رکھتے ہیں۔

ری یونین پر فرانس کی حکومت ہے

''ری یونین'' ایک جزیرہ ہے، جس کا کل رقبہ 2511 کلومیٹر^2 (970) مربع میل ہے، وہاں کی کل آبادی 8,66,506 ہے، مسلم آبادی 3% فیصد ہے، ری یونین پر فرانس کی حکومت ہے، حالانکہ فرانس کی راجدھانی پیرس جانے میں فلائٹ سے بارہ گھنٹے لگتے ہیں، مگر اہل پیرس اتنی دور سے وہاں راج کررہے ہیں، وہاں کا نظام پورا یوروپ والا نظام ہے، مجموعی اعتبار سے ری یونین اچھا لگا، مگر وہاں بے پردگی، عورتوں کا ٹانگیں کھلی رکھنا جسم کا آدھا حصہ کھلا رکھنا عام بات ہے، جس سے طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے، اور بڑا خطرہ معلوم ہوتا ہے، ایک چیز وہاں اور محسوس ہوئی کہ اردو بولنے والے لوگ کم ہیں، زیادہ تر فرنچ بولتے ہیں، انگلش بھی نہیں بولتے، جو علماء حضرات ہیں وہ اردو جانتے ہیں، یا پرانے مسلمان ہیں، وہ جانتے ہیں، باقی عام طور سے لوگ اردو سے نابلد ہیں، فرنچ زبان نہ جاننے کی وجہ سے بعض جگہ دقت بھی محسوس ہوئی، عبداللہ بھائی مجھے پورٹ میں گھمانے کیلئے لے گئے تو بس اشاروں سے کام چلایا، وہ میری نہیں سمجھ رہے تھے اور نہ میں ان کی سمجھ رہا تھا، حالانکہ ہم نے دوپہر میں ایک ہوٹل پر کھانا بھی کھایا، مگر وہاں اشاروں کی زبان سے کام چلایا۔

ری یونین میں عوام کو سہولت ہے

ایک چیز وہاں بہت اچھی لگی کہ جو بوڑھے ہیں ان کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے، علاج فری ہے، جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا وظیفہ شروع ہوجاتا ہے، جس کا مکان کرایہ کا ہے، آدھا کرایہ اس کا حکومت دیتی ہے، اس طرح وہاں لوگ بھکاری نہیں ہیں، وہاں کا یہ نظام بہت اچھا لگا، بہر حال دو ہفتہ قیام کے بعد ہندوستان واپسی تھی، اس لئے

۵/اپریل کو مجھے ایئر پورٹ پر مولانا وکیل صاحب چھوڑنے کیلئے آئے۔

کچھ دیر ماریشس کے شہر فنکس میں ٹھہرنا ہوا

ری یونین سے سوار ہوکر ایک بجے کے قریب موریشس ائیر پورٹ پر پہنچا، وہاں ہمارے دوست الحاج بشیر بھائی، الحاج عبدالاحد کرامت صاحب استقبال کیلئے آئے ہوئے تھے، ان کے ساتھ فنکس جانا ہوا، کھانا کھایا، شام تک ان کے پاس رہا، عشاء بعد فنکس کی مسجد میں بیان ہوا، اس کے بعد کھانا کھایا، بشیر بھائی فنکس میں جماعت میں آئے ہوئے تھے، اس لئے ضیافت کی تمام ذمہ داری الحاج عبدالاحد کرامت صاحب نے انجام دی، اللہ تعالی دونوں کو خوش رکھے، رات کی فلائٹ سے دہلی کیلئے روانہ ہوا، اور ۶/ اپریل کی صبح الحمدللہ بخیر وعافیت دہلی پہنچ گیا۔